شکار یتیم

ریحان احمد عباسی

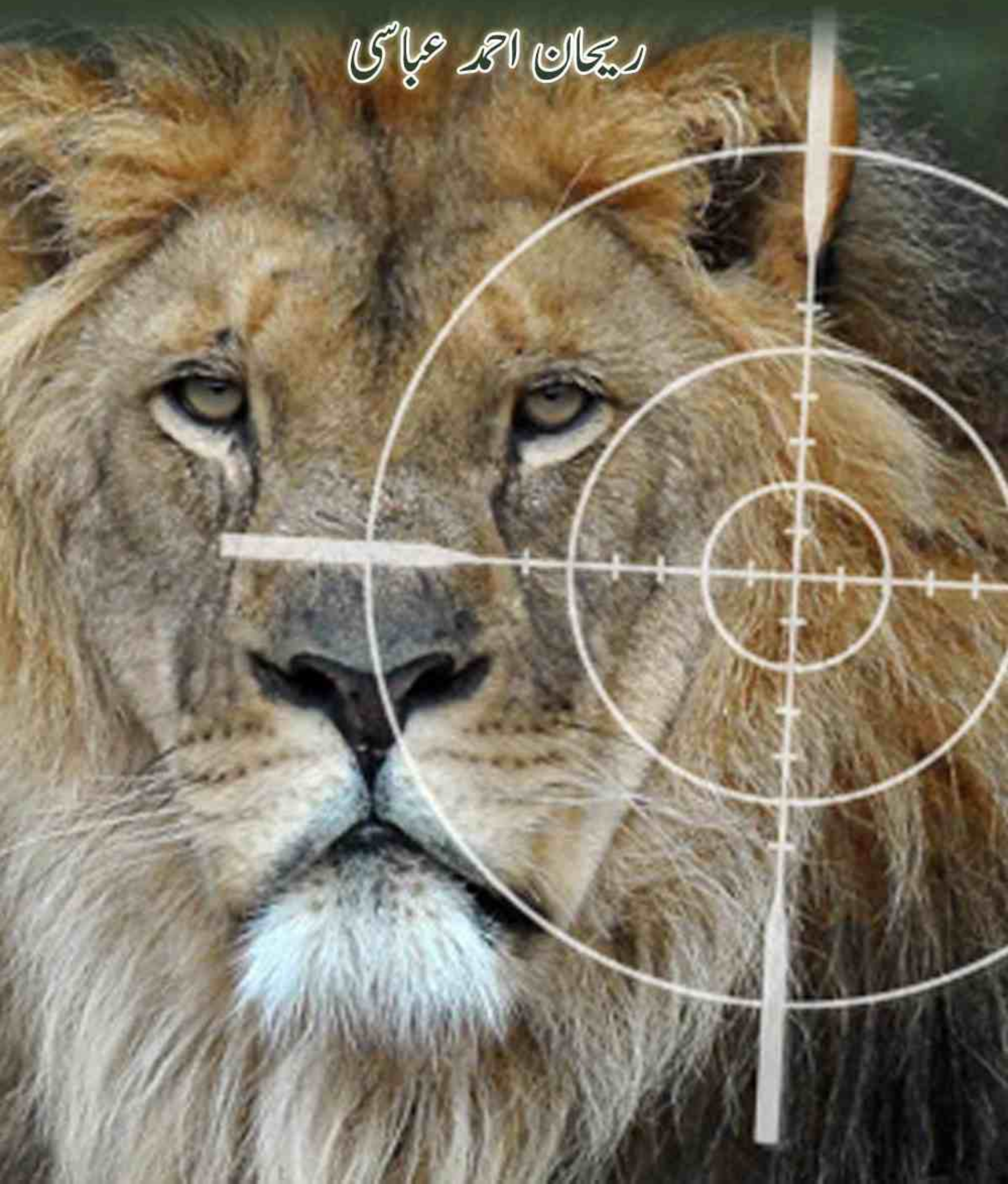

www.taemeernews.com

سیر و شکار سے متعلق دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ

شکاری بچے

ریحان احمد عباسی

بک سروس - دہلی

www.taemeernews.com

بار اوّل　　نومبر ۱۹۷۰ء

قیمت : ساڑھے تین روپے

3/50

ناشر

یک سروس - ۵۱۰ مٹیا محل - دہلی ۶

(محبوب المطابع برقی پریس، دہلی ۶)

www.taemeernews.com

فہرست

۱-	دیباچہ	مترجم	۵
۲-	پڈاپوٹو کا آخری معرکہ	سائرل سونیی	۷
۳-	دروازے پر ببر شیر	پال اسمائلس	۲۵
۴-	خونی تعاقب	جے سی ولیم	۳۸
۵-	شیر نے گدگدایا	چارلس موریسن	۴۹
۶-	دلدل میں جنگ	آئی ون کیمرون	۶۲
۷-	مانصاب کنٹہ کا راز	جی - ڈی کلارک	۸۲
۸-	ریچھ ہی ریچھ	جیک ٹرنر	۹۹
۹-	خطرناک جانور	ٹی - جی - ایس	۱۱۷

www.taemeernews.com

دیباچہ

بجائے اس کے کہ میں اس عنصر سے پیش لفظ کے آخر میں پیدا کرتا ہے، ان دوستوں اور کرم فرماؤں کا ذکرِ خیر کروں، جن کی ہمت افزائی اور تعاون کی بدولت یہ کتاب شائع ہوئی، میں بدعت کا مرتکب ہوتے ہوئے شروع ہی میں اس اہم اور خوشگوار فریضے کو ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے میں اس کتاب کی اشاعت کے سربراہ محترمی خواجہ مہدی نظامی صاحب کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کی بدولت مجھے ان کہانیوں کے پڑھنے اور پھر انھیں کے مشورے پر ترجمہ کرنے کی ہمت اور ترغیب ملی۔ میں اپنے مربی و کرم فرما محترمی ابوالکلام صاحب، محترمی خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب اور محترمی امیر حسن نورانی صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ ان کی حوصلہ افزائی اور مخلصانہ تعاون اور مشوروں کے سہارے یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو سکی۔

اس کتاب میں سیر و شکار سے متعلق سات کہانیاں شامل ہیں۔ یہ عام شکاری کہانیوں سے مختلف اور اپنے انداز کی منفرد کہانیاں ہیں۔ میں یہ بات اتنے وثوق سے اس لئے بھی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اس فن کی اکثر کتابیں پڑھی ہیں۔ عالمی شہرت رکھنے والے بور بین شکاریوں کی آپ بیتیاں بھی میری نظر سے گذری ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کہانیوں میں شروع سے آخر تک جو سسپنس کی کیفیت طاری رہتی ہے اور اس کے باوجود دہشت و خوف کا جو احساس اس کے مطالعے سے ہوتا ہے ایک عجیب سرور آمیز لذت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ بہت کم کہانیوں میں دیکھنے کو ملا ہے۔

www.taemeernews.com

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ایک مشکل ترین کام مانا گیا ہے۔ بلکہ بعض ماہرین نے تو ترجمہ کو تصنیف سے بھی زیادہ مشکل قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کوئی مترجم اگر مصنف کے ساتھ انصاف نہیں کرتا تو وہ ایک بڑے جرم کا مرتکب مانا جاتا ہے۔ مترجم کی کامیابی اور صلاحیت کی جانچ کا معیار یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ مصنف کے خیالات و احساسات کو جو الفاظ کی صورت میں اس کے پیش نظر ہیں ۔ بلا کم و کاست اپنی زبان کے دلچسپ اسلوب اور پیرایہ میں اس طرح منتقل کرے کہ اس کی بنیادی روح مجروح نہ ہو اور غیر زبان کی پابندیوں اور مجبوریوں کے باوجود ترجمہ اصل موضوع سے نہ ہٹنے پائے اور مزید یہ کہ اس میں وہی تسلسل اور روانی باقی رہے جو اصل کہانی میں موجود ہے ۔

ترجمہ کی ضمن میں یہ میری پہلی مربوط کوشش ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ میں تمام ذمہ داریاں پوری طرح ادا نہ کر سکا ہوں اور ترجمہ میں کچھ خامیاں بھی رہ گئی ہوں مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اپنے ماحول اور مزاج کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے بے جا طوالت سے بچنے کے لئے کئی جگہ اپنے طور پر بات بنائی ہے اور لطف و اثر کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں مجھے کہیں کہیں اپنے قلم کو آزاد بھی چھوڑ دینا پڑا ہے۔ بہر صورت میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ اہل ذوق ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بحیثیت مجموعی مجھے امید ہے انھیں پڑھ کر آپ محظوظ ہوں گے اور اگر میری طرح میرے شکار کے شکار ہیں۔ تو یہ کہانیاں آپ کو اور بھی پسند آئیں گی اور ان کے مطالعہ سے آپ کے تجربے کو بھی وسعت ملے گی ۔

ریحان احمد عباسی

بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء

www.taemeernews.com

پڑاپوٹو کا آخری معرکہ

"شیر نے جان سے مار دیا ——"

یہ تھی اس رپورٹ کی سرخی جو پلی میٹلا گاؤں کی پولس چوکی کے انچارج ہیڈ کانسٹبل نے درج کی تھی۔ ہیڈ کانسٹیبل کی پوری رپورٹ کی نقل پڑھنے پر پتہ چلا کہ ایک دن شام کے وقت ایک چیتا پلی، یعنی چھوٹا شیر (چیتا) گاؤں میں گھس آیا اور ایک لڑکی کو جو تقریباً دو سال کی تھی، اٹھا کر جنگل میں لے گیا۔ رپورٹ میں یہ بھی لکھا تھا کہ دوسرے دن اس معصوم لڑکی کی بچی کھچی ہڈیاں گاؤں کے پاس ہی ایک پیڑ کے نیچے پڑی ہوئی مل گئیں۔ رپورٹ دیکھنے کے بعد میں نے طے کیا کہ میں فوراً پلی میٹلا جاؤں اور وہاں جاکر اس خطرناک چیتے کو ختم کر دوں۔ یہ اس لئے اور بھی ضروری تھا کہ کہیں چیتا آدمی کے شکار کا عادی ہو کر باقاعدہ آدم خور ہی نہ بن جائے۔ میں یہ بات بھی جانتا تھا کہ اگر چیتا کہیں آدم خور ہو جائے تو پھر وہ آدم خور شیر سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔

جنگل میں کوئی افواہ یا خبر جتنی تیزی سے اڑتی ہے، اتنی شاید کسی اور جگہ نہ اڑتی ہو۔ اور میں اب افسوس کرتا ہوں کہ اس انجانے اور غیر متوقع حادثے سے جس سے مجھے بعد میں دوچار ہونا پڑا، میرے شعور نے کیوں نہ مجھے پہلے سے ہی خبردار یا چوکنا کر دیا۔ مجھے اگر یہ وہم بھی ہو جاتا کہ چیتے کو مارنے کی کوشش میں، میں خود موت کے منہ تک پہنچ جاؤں گا۔ اور میرے ایک دوست کو زندگی سے ہی ہاتھ

www.taemeernews.com

دھونا پڑے گا، تو شاید میں گھر سے کبھی بھی نہ نکلتا اور نہ میری اتنی رسوائی ہوتی۔

ہیڈکوارٹر سے پلی میٹلا تک سو میل کا گھنا جنگل عبور کرنے میں پورے پانچ دن لگ گئے۔ لاتعداد چشموں سے پُر، اونچی نیچی ڈھلوان پہاڑیوں اور ناہموار میدانوں کے علاقے میں کہیں کہیں کوئی اِکا دُکا آبادی بھی نظر آجاتی تھی۔ جہاں تنگ و تاریک مٹی کے مکانوں میں اب بھی پرانی تہذیب یا قبائلی زندگی کی نشانیاں باقی چلی آرہی ہیں۔ جب میں سال اور بانس کے اس گھنے جنگل میں سانپ کی طرح لہراتی ہوئی پگڈنڈیوں پر اپنے ٹٹو پر سوار خراماں خراماں چلا جارہا تھا، تو مجھے اپنے پچھلے سفر کی بہت سی باتیں یاد آگئیں اور خاص طور سے اپنے سابقہ دشمن پڈاپوٹو کی یاد نے مجھے بیحد مسرور کردیا۔

پڈاپوٹو، جیسا کہ دیہاتی کہتے تھے، ایک نہایت عمدہ قسم کے بڑے جنگلی بھینسے کا نام تھا جنگلی بھینسے شکل وصورت اور جسامت کے اعتبار سے تقریباً پالتو بھینسوں کی طرح ہی ہوتے ہیں۔ اس جنگلی بھینسے نے یا تو اپنے گلے کو خود ہی چھوڑ کر آوارہ گردی شروع کردی تھی یا پھر کسی اور وجہ سے مجبوراً اُسے راہِ فرار اختیار کرنی پڑی ہو، بہرحال وہ جنگل میں گھومتا گھماتا پل میٹرا کے نواحی علاقے میں آنکلا اور ایک دن گھاس کے وسیع قطعے میں وہ گاؤں کی پالتو بھینسوں کے ریوڑ سے جو تقریباً ۸۰ بھینسوں پر مشتمل تھا، آٹکرایا۔

اس نے ریوڑ میں ایک بڑے نر بھینسے کو، جو ان سب کا سردار معلوم ہوتا تھا، تاکا اور ایکا ایک اس پر حملہ کردیا اور پھر دو تین ٹکروں میں ہی زیر کرکے گویا اُسے اطاعت کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد اس نے گردن ٹیڑھی کرکے دوسرے بھینسوں کو چیلنج کرنے کے خیال سے پورے ریوڑ میں ایک چکر لگایا لیکن جب کوئی بھی اس کے مقابلے پر نہ آیا تو وہ نہایت اطمینان سے ریوڑ

www.taemeernews.com

کا سردار بن بیٹھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ خود بھی ریوڑ کے چرواہے، ایک کم سن دیہاتی لڑکے کی سرداری اس نے قبول کر لی اور بلا چون وچرا اس نوعمر چرواہے کا حکم بجانے لگا۔

جب میں اس گاؤں میں پہلی بار گیا تھا تو یہی جنگلی بھینسا میرے لئے نہایت خطرناک اور موذی ثابت ہوا تھا۔ اور میں اس سے بُری طرح خوف کھاتا تھا۔ میں جب بھی سیر کے لئے باہر نکلتا یا شکار کے ارادے سے جنگل میں جاتا تو لازماً یا تو وہ خود ہی میرے راستے میں آموجود ہوتا یا پھر ایسا اتفاق ہوتا کہ میں ہی قسمت کا مارا اُس کے سامنے جا پہنچتا۔ اور پھر وہ مجھے کسی پیڑ پر پناہ لینے کے لئے مجبور کر دیتا اور میں تب تک اُس پیڑ پر ہی ٹنگا رہتا جب تک کوئی نہ کوئی چرواہا اِدھر سے نہ گزرتا اور مجھے اس مضحکہ خیز حالت سے نجات دِلاتا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ قسمت سے میں خود ہی پوٹو کے سامنے جا پہنچا ہوا یہ کہ وہ بانس کی ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور میں بھی ٹہلتا ٹہلتا اُسی طرف جا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے وہاں کچھ فاصلے پر ایک پیڑ بھی تھا جس پر آسانی سے چڑھا جا سکتا تھا۔ اچانک ایک بڑی پھنکار کے ساتھ اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں تیزی سے بھاگا اور بڑی مشکل سے اس پیڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچا سکا۔ یہ اتفاق ہی تو تھا کہ کچھ ہی دیر پہلے بھینسوں کا ریوڑ گاؤں واپس آگیا تھا اور مجھے اس کا پتہ نہ چل سکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بھینسوں کے ساتھ کبھی گاؤں کے اندر نہیں جاتا بلکہ ہمیشہ گاؤں کی سرحد تک آکر رک جاتا ہے اور خود اکیلا جنگل میں رات بسر کرنے کے لئے وہاں رہ جاتا ہے۔

خوش قسمتی سے میرے شور مچانے اور خوف سے بھری ہوئی غصّے کی آوازوں نے ایک چرواہے کو میری طرف متوجہ کر لیا۔ یہ تھا ایک چھوٹا سا کوئی آٹھ سال کا کالا

www.taemeernews.com

کلوٹا لڑکا۔ میں جب پیڑ کی ڈالیوں کو پکڑے پائنتے ہوئے اپنے حواس درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا، تو وہ لڑکا وہاں پہنچ گیا۔ اس نے منھ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور ایک دم سوال کر ڈالا۔

"صاحب! کیا تمھارے پاس شکر ہے؟"

"نہیں!" میں چلایا۔ "اس بھینسے کو یہاں سے بھگاؤ۔"

"پہلے مجھے شکر دو، صاحب!"

میں نے پوٹو کی طرف نگاہ ڈالی۔ وہ گردن اکڑائے میری طرف کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے اور وہ زور زور سے اپنے کھر زمین پر مار رہا تھا۔ گویا پاتال تک سوراخ کر دینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

میں جس پیڑ پر چڑھا تھا، وہ کوئی پھل دار درخت تھا۔ اس لئے کہ اس پر مختلف قسم کے چیونٹیوں نے اور خاص طور سے لال چیونٹیوں نے جو بہت پھرتیلے اور زہریلے ہوتے ہیں قبضہ کر رکھا تھا۔ اور اب تو وہ پتوں کے بنے اپنے غبارہ نما چھتوں سے میرے اوپر گرنا بھی شروع ہو گئے تھے۔ میں ڈر رہا تھا کہ ذرا ہی دیر میں وہ میری گردن، منھ یا آنکھ کے پاس اپنا زہریلا ڈنک مارنا شروع کر دیں گے۔ اور پھر ہوا بھی یہی، بہت جلد انھوں نے میری گردن اور کانوں کو اپنا پہلا نشانہ بنا ڈالا۔

میں نے جلدی سے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ نوٹ بک اور پنسل نکالی۔ پھر ایک ورق پھاڑ کر جلدی جلدی اپنے کیمپ کلرک کے نام یہ ہدایت لکھی کہ وہ باورچی خانے کے سامان میں سے چینی کا پیکٹ نکال کر حاملِ رقعہ ہذا کو دیدے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں کلرک کو یہ بھی لکھ سکتا تھا کہ وہ فوراً آدمی لے کر میری

www.taemeernews.com

مدد کو آجائے، لیکن دو باتوں کا خیال کرتے ہوئے میں نے ایسا نہیں کیا۔ اول تو یہی کہ پوٹو پر اس وقت خون سوار تھا اور وہ مرنے مارنے پر تلا ہوا تھا۔ اس لئے اگر کچھ آدمی مدد کے لئے آتے بھی، تو یقیناً ان میں سے کچھ زخمی ہو جاتے بلکہ بہت ممکن تھا کہ ایک آدھ کی جان بھی چلی جاتی۔

دوسری بات تو یہ ہے کہ میں اس وقت بہت مضحکہ خیز حالت میں تھا اور کسی صورت یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی آکر میری یہ شرمناک حالت دیکھے۔ مجھے تو اس خیال سے ہی طیش آرہا تھا کہ میرے محکوم مجھے دیکھ کر ہنسیں گے۔ اس لئے ان سب باتوں کا خیال کر کے یہی مناسب معلوم ہوا کہ یہ لڑکا، جس نے اپنا نام روٹھو بتایا تھا، اکیلا واپس آکر اس گندی حالت سے نجات دلادے۔

بیس منٹ کے اندر اندر روٹھو کیمپ سے چینی کا پیکٹ لے کر آگیا۔ وہ یقیناً دوڑتا ہوا آیا ہوگا، اس لئے کہ وہ خوب ہانپ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے پیکٹ کا کاغذ پھاڑا اور اپنے منہ میں مٹھی بھر چینی ٹھونس لی۔ غالباً اس طرح کی شکر اس نے پہلی بار دیکھی اور چکھی تھی جو شاید اسے لذیذ بھی نہ معلوم ہوئی ہو کیونکہ یہاں جو چیز ملتی تھی وہ کھجور کی بنائی ہوئی میلی کچیلی کھانڈ یا شکر ہوتی تھی اور جس کی عجیب سی مٹھاس اور تلخ ذائقے کے وہ عادی تھے۔

منہ میں چینی گھلنے پر روٹھو جوں ہی کچھ بولنے کے قابل ہوا تو اس نے مزید ہاتھ پاؤں نکالے اور مجھ سے مطالبہ کیا۔

"صاحب! مجھے اپنی قمیض بھی دو۔"

"او شیطان! تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔" میں دہاڑا۔ "تم ذرا اپنے اس حرامزادے دوست کو چلا جانے دو، پھر میں تم ہے ——— "

"تم مجھے اپنی قمیض دو، صاحب!"

www.taemeernews.com

"سُنو" میں نے اُسے سمجھانے کے انداز میں نرمی سے کہا "تم اپنے اس دوست کو یہاں سے کہیں اور دور لے جاؤ۔ اور کل میں تمھیں اس سے بھی اچھی ایک دوسری نئی قمیض دے دوں گا"

"نہیں" وہ چلایا "یہ قمیض" اور اُس نے میرے سینے کی طرف اپنی انگلی اٹھادی۔

بے انتہا غصّے اور جھنجھلاہٹ کے عالم میں، میں نے اپنی پسینے سے شرابور قمیض اتار کر اُس کی طرف پھینک دی اور ساتھ ہی اُسی کی زبان میں اُسے خوب لعن طعن اور بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ قمیض اُتر جانے کے بعد لال چینٹوں کو اور آسانی ہوگئی تھی اور وہ اب نہایت اطمینان سے میرے جسم کو پن کشن کی طرح استعمال کر رہے تھے۔

میری ناراضگی اور غصّے کی ذرا بھی پرواہ کئے بغیر، روٹھو نے میری قمیض اٹھائی اور پھر ——— میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بجائے اس کے کہ وہ قمیض بغل میں دبا کر چلتا بنتا، اُس نے اُسے بھینسے کی ناک کے پاس لہرایا اور کچھ دیر تک اسی طرح کرنے کے بعد، اس نے میری قمیض زمین پر پھیلا دی اور اس پر دو تین مٹھی چینی ڈال کر، اُسے بھینسے کے منھ کے سامنے کر دیا۔ بھینسے نے چوکنا ہو کر پھنکار ماری، اُسے دور سے سونگھا اور پھر بڑے تکلف سے قریب آکر اپنی کالی لمبی زبان سے چینی کو معدے میں اتارنا شروع کر دیا۔

"اب نیچے آجاؤ صاحب!" اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا ——

میں نے سوچا، اس پر اعتبار کر کے جیسا وہ کہہ رہا ہے، ویسا ہی کر لینا چاہیئے۔ میرا خیال تھا کہ جب تک وہ بھینسے کو چینی سے لگائے رکھے گا، اسوقت

www.taemeernews.com

تک میں کیمپ کے راستے پر دور نکل چکا ہوں گا۔ میں اترنے کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن اتفاق کی بات کہ اترتے ہوئے میں توازن قائم نہ رکھ سکا اور کمر کے بل زمین پر آن پڑا۔ روٹھو لپک کر میرے پاس آگیا اور مجھے اٹھنے میں مدد دینے لگا۔ لیکن پوٹو نے اس طرف مطلق توجہ نہ دی۔

"اب تم اُسے شکر کھلاؤ صاحب!" لڑکے نے مجھ سے کہا اور تمیض کو اسی طرح جھولی بنائے بنائے اس میں مزید دو مٹھی چینی ڈال کر میری طرف بڑھا دی۔ میری ہمت اور طاقت تو پہلے ہی رخصت ہو چکی تھی لیکن پھر بھی میں نے اس کے ہاتھ سے جھولی لے لی اور مرے مرے پیروں سے بھینسے کی طرف قدم بڑھائے اس خونخوار درندے نے نہایت سکون سے میری پیش کش قبول کر لی اور چُر مُر کر کے مستانہ انداز میں چینی سے لطف اندوز ہونے لگا۔

روٹھو یہ منظر دیکھ کر خوشی سے دیوانہ ہو گیا اور ہم دونوں کے چاروں طرف اچھل اچھل کر ناچنے لگا۔

"تم دونوں اب بھائی بھائی بن گئے ہو" وہ چلایا۔ "اب پڈا پوٹو کو صاحب میں سے ہمیشہ دل پسند خوشبو آئے گی میٹھی میٹھی خوشبو۔ اب کسی بات کا ڈر نہیں رہا۔"

میں نے اپنی رائفل جو پیڑ پر چڑھتے وقت قریب کی جھاڑی میں پھینک دی تھی اٹھالی اور سُست سست قدموں اور نڈھال جسم کے ساتھ کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں اس کے بعد بھی کئی بار پُلی میٹسلا گاؤں گیا۔ پڈا پوٹو سے میری دوستی اب پکی ہو گئی تھی اور وہ ایک پالتو کتے کی طرح میرے ساتھ جنگل میں گھوما کرتا تھا وہ دوستی میں سیروں چینی چٹ کر جاتا، جب میں اُسے چینی کھلاتا ہوتا تو وہ

www.taemeernews.com

اپنی بڑی تھوتھنی، میرے سینے سے ملا دیتا اور اس طرح اُس کے منھ سے رال بہہ بہہ کر میرے کپڑوں کو گندہ کر دیتی۔ وہ خوفناک درندہ میرے ساتھ حیران کن انداز تک فرماں برداری کا مظاہرہ کرتا بلکہ کبھی کبھی تو یہ محسوس ہوتا جیسے وہ واقعی خوشی سے پھولا نہیں سما رہا ہے۔

کیا یہ ایک چٹورے کی دوستی تھی۔ صرف تھوڑی سی چینی کے لئے؟ میں سوچنے لگتا۔ اس سے پہلے جب وہ میری گھات میں رہتا تھا تو اس کا بس نہ چلتا تھا کہ اپنے سینگوں اور کھروں سے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ تو کیا یہ صرف اس لئے تھا کہ وہ بھی مجھ سے خوف کھاتا تھا۔ اور جب ہم دونوں کے دلوں سے خوف جاتا رہا تو صرف اسی لئے ہماری دوستی کی راہیں استوار ہو گئیں؟

گاؤں کا کوئی بھی آدمی اس کے قریب پچاس گز تک جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ وہ سب جانتے تھے کہ اگر اس کے قریب گئے تو وہ حملہ کر دے گا۔ لیکن اس کے برعکس وہ کم عمر چرواہوں اور گاؤں کے تمام چھوٹے بچوں سے کبھی کوئی تعرض نہ کرتا اور وہ اطمینان سے اس کے پاس گھومتے رہتے۔

اس طرح کا تنہائی پسند سانڈ یا بھینسا، جیسا کہ سب شکاری جانتے ہیں اور بعض کو اس کا تجربہ بھی ہوگا، دوسرے تمام جانوروں کے مقابلے میں کسی بدمعاش یا شیطان ہاتھی کی طرح، نہایت سودی خطرناک اور کینہ پرور جانور ہوتا ہے۔ وہ ایک خطرناک جنگلی سور کی طرح زوردار حملہ کرتا ہے۔ اس کے حملے سے بچنے کا صرف یہی طریقہ مناسب ہے کہ کوشش کر کے جہاں تک ممکن ہو اس سے ہمیشہ دور ہی رہا جائے۔

جوں جوں میں منزل کے قریب ہوتا گیا تو میں یہ سوچنے لگا کہ میرا دوست پیڈرو پولو شاید اب بھی اسی طرح تندرست و توانا ہوگا اور پہلے کی طرح ابھی

www.taemeernews.com

تک گلّے کی سرداری اُس کے پاس ہوگی یوں تو وہ اب عمر رسیدہ ہو چکا ہوگا اور چھوٹے کینسے جن میں سے زیادہ تر خود اسی کے بچے ہوں گے، تیزی سے جوان اور طاقتور بن گئے ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں کسی جوان پٹھے نے اُسے گلے سے باہر دھکیل کر پھر تنہا گھومنے پر مجبور کر دیا ہو یا ممکن ہے جان سے ہی مار دیا ہو۔ جنگل کا قانون یہی ہے کہ کمزور یا تو اطاعت قبول کرلے ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جو طاقتور ہوگا، وہی حکومت کرے گا۔ جنگلی ہاتھیوں، بھینسوں اور سوروں میں یہ اصول عام طور سے رائج دیکھا گیا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا، لڑکی کو ایک مادہ چیتے نے مارا تھا جس کے ساتھ اس کے اپنے بچے بھی تھے۔ وہ اس کا پہلا انسانی شکار تھا۔ چیتا اب بھی گاؤں کے آس پاس ہی تھا۔ کیونکہ گذشتہ دو دنوں میں اس نے دو اور جانیں لیں تھیں۔ ان دونوں موقعوں پر اس نے بکریوں کا شکار کیا تھا جو گاؤں کے جنوبی سمت والے گھاس کے میدان میں چر رہی تھیں۔

لڑکی کے مارے جانے کے بعد سے پورے گاؤں میں خوف و حراس پھیلا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی کاہلی کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے، ابھی تک لڑکی کے قاتل کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

گاؤں کے توہم پرست پجاری نے مجھے متاثر کرنے کے خیال سے آنکھیں گھما گھما کر اور ہاتھ ہلا ہلا کر بتایا کہ اگر گاؤں والوں نے اس چیتے کو ذرا بھی ستایا تو ان پر کوئی نہ کوئی ناگہانی مصیبت ٹوٹ پڑے گی۔ اس کے کہنے کے مطابق جنگل کی دیوی ان سے ناراض ہو گئی تھی اور مرغ یا بکرے کی قربانی سے اس کے قہر اور غصّے کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق یہی وجہ

www.taemeernews.com

تھی کہ دیوی نے اپنے خادم چیتے کو بھیجا تھا تاکہ وہ اس کی طرف سے انسانی جان کی قربانی قبول کرلے۔

کسی زمانے میں دور افتادہ پہاڑی قبائلیوں کے ہاں، انسانی قربانی دینے کا باقاعدہ رواج تھا۔ جسے وہ اپنی زبان میں 'میریا' کے نام سے پکارتے تھے۔ اب یہ طریقہ قانوناً بند کر دیا گیا ہے۔ پھر بھی بعض دیہاتیوں کے دماغوں میں یہ عقیدہ بھرا ہے کہ اس طرح کی قربانی سے خشک سالی اور چیچک جیسے متعدی امراض سے بچا جا سکتا ہے۔

چیتے کو مارنے کے سلسلے میں، میری تیاری بہت سیدھی سادی تھی جو بہت جلد مکمل ہو گئی۔ جہاں آخری بکری ماری گئی تھی وہاں مناسب جگہ پر راستے کے پاس میری کرسی رکھ دی گئی۔ اور جب میں اس پر بیٹھ لیا تو گاؤں کے شکاری اور میرے ملازم نے مل کر اسے چاروں طرف سے جھاڑیوں اور پتیوں سے چھپا دیا۔ لیکن میرے منھ کے سامنے، راستے کی طرف تھوڑا سا سوراخ ضرور کر دیا گیا۔ میں نے رائفل کو سنبھالتے ہوئے اپنی دونوں کہنیاں، گھٹنوں پر رکھ لیں اور رائفل کی نال اس سوراخ کے اندر سے باہر نکال لی۔

جب سے وہ لڑکی ماری گئی تھی، تب سے بکریوں کے ریوڑ کی نگرانی کا کام چھوٹے بچوں کی جگہ، بڑے آدمیوں کے سپرد کر دیا گیا تھا اور میں نے ان چرواہوں کو بلا کر پہلے ہی یہ ہدایت کر دی تھی کہ آج وہ معمول سے کوئی آدھا گھنٹہ پہلے ہی گھر کی طرف روانہ ہو جائیں تاکہ دن کی روشنی میں مجھے قسمت آزمائی کا موقع مل سکے۔

بکریوں کا ریوڑ، طے شدہ پروگرام کے مطابق، مناسب وقت پر میری کمین گاہ کے سامنے سے گزرا۔ وہ ممیاتی اور کچھ عجیب قسم کی آوازیں، جو سوں

www.taemeernews.com

سوں اور پھینکوں کی آوازوں کی طرح تھیں، نکالتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ ان کے بچے بھی کھلنڈرے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اچھل اچھل کر بھاگے چلے جا رہے تھے۔ ایک چرواہے نے اپنی گود میں ایک چھوٹے سے میمنے کو اٹھا رکھا تھا۔ جب وہ ٹھیک میرے سامنے سے گزرا تو اس نے بہت آہستہ سے بچے کو اس چھوٹے سے گڑھے میں چھوڑ دیا جو پہلے ہی راستے میں بنا دیا گیا تھا۔ گود سے اترتے ہی بچے نے زور زور سے دردناک انداز میں ممیانا شروع کر دیا۔ اس کی آواز سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دور جاتے ہوئے ریوڑ میں سے اپنی ماں کو پکار رہا ہو۔

مشکل سے کوئی پانچ منٹ ہی ہوئے ہونگے کہ اچانک چیتا وہاں آ موجود ہوا۔ اس کے وہاں تک آنے میں برائے نام کھٹکا یا ہلکی سی آواز تک نہیں ہوئی تھی۔ وہ میرے سامنے، بالکل صاف راستے کے بیچوں بیچ کھڑا تھا اور اتنا قریب کہ اگر میں چاہتا تو اس سوراخ سے رائفل کی نال بڑھا کر اسے چھو سکتا تھا۔ چیتا کچھ دیر رکا، پھر اس نے اپنا اوپر کا ہونٹ خوفناک انداز میں سکیڑ کر بچے کی طرف دیکھا اور کمر کو جھکا کر بچے کو دبوچنے کا ارادہ کرنے لگا۔

میں نے ایک دم فائر کر دیا۔ لیکن میری بدقسمتی کہ جیسے ہی میں نے رائفل کا گھوڑا دبایا، میری داہنی کہنی گھٹنے پر سے پھسل گئی۔ چیتا زور سے ہوا میں اچھلا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

اتنا آسان اور قریب کا نشانہ خطا ہو جانے کا سوال ہی نہ تھا۔ اس سے پہلے تو کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا تھا۔ مجھے بیحد کوفت ہو رہی تھی اور میں بے انتہا پشیمانی میں مبتلا تھا۔ میں اپنی پناہ گاہ سے خاموشی سے باہر نکلا اور بہت محتاط اور چوکنا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ جھاڑیوں پر خون کے دھبے نظر آ رہے ہیں۔ میں نے

www.taemeernews.com

یقیناً اُسے زخمی کر دیا تھا لیکن زخم خطرناک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ خون کے اکا دکا دھبّوں سے صاف پتہ چلتا تھا کہ زخم بہت معمولی ہے۔ مجھ سے ایک بھاری جُرم سرزد ہو چکا تھا۔ ایک شکاری کا اس سے بڑا اور کوئی جرم ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ کسی ایسے موذی درندے کو جس کے منھ کو انسانی خون بھی لگ چکا ہو، صرف زخمی کر کے بھگا دے۔

اب اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ چیتے کی تلاش کا کام صبح تک کے لئے ملتوی کر دوں۔ میں نے بکری کے بچے کو جو اب بالکل نہیں بول رہا تھا، گود میں اٹھا لیا اور اُسے لئے لئے گاؤں واپس آ گیا۔

اپنے کلرک اور پولس چوکی کے ایک سپاہی کے ساتھ میں گاؤں کے ہر دروازے اور ہر جھونپڑی میں گیا اور انھیں تاکید کی کہ اُن میں سے کوئی بھی صبح اس وقت تک جنگل کا رخ نہ کرے جب تک میں چیتے کو تلاش کر کے ختم نہ کر دوں۔ راستے میں پجاری بھی ہمارے ساتھ لگ گیا لیکن اس کے چہرے پر طنزیہ اور حقارت آمیز مسکراہٹ صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

پو پھٹتے ہی میں جنگل میں داخل ہو چکا تھا۔ میرے ساتھ گاؤں کا شکاری اور میرا اردلی بھی تھا جو ایک زائد رائفل اٹھائے ہوئے تھا۔ اسے خوش قسمتی ہی کہہ سکتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر میں، دور ہم نے چیتے کو گاؤں کے جنوب میں اس طرف جاتے ہوئے دیکھ لیا، جہاں گھنی گھاس کا ایک بہت بڑا قطعہ تھا۔

وہ یقیناً مغرب کی طرف کسی گھنے بن میں جانا چاہتا ہوگا لیکن چونکہ اُسکے اور بن کے درمیان تھوڑا سا کھلا میدان بھی پڑتا تھا۔ اس لئے چیتے نے اسی طرف سے ہو کر جانا مناسب نہ سمجھا۔ ہم نے اُسے گھاس کے میدان میں داخل ہوتے دیکھا لیکن وہ فوراً ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے شکاری اور اردلی کو ہدایت کی

www.taemeernews.com

کہ وہ جہاں ہیں وہیں کھڑے رہیں۔ اور یہ دیکھتے رہیں کہ چیتا گھاس کے ٹکڑے کو چھوڑ کر دوسری طرف گھنے جنگل میں تو داخل نہیں ہو جاتا۔

بہت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ، میں اس طرف بڑھا اور گھاس کے میدان میں داخل ہو گیا۔ گھاس کوئی تین فیٹ اونچی کھڑی تھی۔ مجھے ادھر اُدھر سوائے گھاس کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور چیتا آسانی سے کہیں بھی دُبک کر بیٹھ سکتا تھا۔ موجودہ صورتِ حال بالکل غیر تسلی بخش تھی لیکن اس کے باوجود وقت کا تقاضہ تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور کیا جائے۔

رائفل کو کندھے سے لگائے اور نال سامنے کی طرف کئے ہوئے تقریباً رینگنے کے انداز میں، میں نے ایک ایک قدم بڑھنا شروع کیا۔ اچانک مجھے چیتے کا سر نظر آیا۔ اُس نے کوئی پچیس گز کی دوری پر ہری پتیوں کے درمیان گردن اٹھا کر مجھے دیکھا تھا۔ پلک جھپکتے ہی اس نے غوطہ لگایا اور پھر مجھے اس کا کوئی بال بھی نظر نہ آیا۔

چیتے نے کہاں گردن دکھائی یا کہاں غوطہ لگایا، اس کا اندازہ میں نہ لگا سکا۔ مجھے گھاس میں کہیں کوئی ہلکی سی جنبش بھی نہ دکھائی دی۔

فوراً ہی اُس درندے کا سر پھر اُبھرا اور اسی طرح ایک دم غائب بھی ہو گیا۔ اور اب، اس میں کوئی شبہ نہ تھا کہ وہ پہلے کے مقابلے میں کئی فیٹ میرے قریب آ چکا تھا۔ ایک سکنڈ کے لئے ہماری آنکھیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ غیظ و غضب سے بھرپور اُس کی شعلہ فشاں آنکھوں میں شیطانی عزم صاف پڑھا جا سکتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ میں سنبھل کر اس کے مقابلے کے لئے ہر طرح تیار ہو گیا۔

لیکن اچانک حالات نے پلٹا کھایا اور نقشۂ بساط بالکل مختلف ہو گیا۔

www.taemeernews.com

اس راستے سے جس سے میں یہاں پہنچا تھا۔ گاؤں کی بھینسوں کا ریوڑ چلا آ رہا تھا۔ غالباً چرواہے نے میدان کے پاس لاکر انھیں اس طرف ہنکا دیا تھا تاکہ وہ گھاس چرتی رہیں اور وہ خود کہیں اطمینان سے پڑ رہے۔ یہ بھینسوں کا ریوڑ چلتے چلتے ایک دم رک گیا۔ ان کی حرکتوں سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ بے چین ہو رہی ہیں۔ ان کے حساس نتھنوں نے کسی دشمن کی بو لیا کہ بہت ممکن ہے کہ اس کے جسم سے نکلتے ہوئے خون کی بو سونگھ لی تھی۔ خون کی بو نے انھیں مشتعل کر دیا اور یہ گھاس پھوس کے چرنے والے چوپائے، درندوں کی طرح خوفناک اور خون کے پیاسے معلوم ہونے لگے۔

بھینسیں یوں ذرا دیر کے لئے رکی تھیں۔ فوراً ہی جیسے کسی نے انھیں ہدایت دی ہو، وہ آگے بڑھنا شروع ہوئیں اور انھوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈالنا شروع کر دیا۔ اور بہت جلد اس جگہ کا پوری طرح محاصرہ کر لیا۔ گھیرا مکمل ہوتے ہی انھوں نے اپنی پیش قدمی کی رفتار کم کر دی اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر گھیرے کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک سچی اور حیران کن حقیقت تھی۔ اُن کی پیش قدمی اور محاصرہ کا انداز بالکل ایسا تھا جیسے کسی پریڈ کے میدان میں تربیت یافتہ فوجی پورے نظم اور قاعدے قانون کے ساتھ لڑائی کی مشق کر رہے ہوں۔

یہ تو اکثر سنا تھا کہ بھینسیں اپنے بچوں کو درندوں سے بچانے کے لئے گھیرا بنا لیتی ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ان کی دُمیں گھیرے کے اندر کی طرف رخ کئے ہوتی ہیں۔ گھیرے میں بچوں کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ سر باہر کی طرف ہوتے ہیں تاکہ وہ سینگوں سے بھوکے درندے کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ بھینسیں اپنے سینگ گھیرے کے اندر کی طرف کر کے کسی دشمن کو ختم کرنے کے ارادے سے منظم حملہ بھی کر سکتی ہیں۔ اس وقت میری حیثیت بس ایک

www.taemeernews.com

انوکھے منظر کو دیکھنے والے تماشائی کی طرح تھی حالانکہ یہ بات عیاں تھی کہ اُن کا مطلوبہ دشمن میں نہیں تھا لیکن یہ کچھ کم تشویش کی بات نہ تھی کہ میں بھی اسوقت اُن کے اور اپنے مشترکہ دشمن چیتے کے ساتھ گھیرے میں آچکا تھا۔

میں اس وقت پوری طرح نکیلے سینگوں والے خونخوار درندوں کے درمیان گھرا ہوا تھا چیتے کی بھی یہی کیفیت تھی بلکہ وہ تو اپنے زخم کی تکلیف میں بھی مبتلا تھا۔ اندیشہ یہ تھا کہ شاید یہی کیفیت اسے انتقام کے لئے اکسا رہی ہو اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ ہمیں اچانک میرے اوپر نہ آپڑے۔

ایک لمحے سے بھی کم وقت کے لئے گھاس کی ہلتی ہوئی پتی نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کی۔ میں نے فوراً ہی رائفل کو مضبوطی سے اپنے کندھے پر جمالیا اور نال کا رُخ اس کی طرف کر دیا۔ اگر چیتے نے پھر حملہ کیا تو مجھے ایک بہترین فائر کا موقع مل جائے گا اور تب معاً مجھے خیال آیا کہ اگر میں نے فائر کر دیا تو بھینسے اس وقت کیا کریں گی کیا وہ فائر کی آواز سنکر خاموشی سے واپس چلی جائیں گی یا موجودہ پرتناؤ ماحول کی مناسبت سے وہ بھڑک کر میرے اوپر ہی حملہ کر دیں گی اور میرے چیتھڑے بکھیر دیں گی۔

اچانک چیتا پھر اُچھلا اور اسی طرح ایک دم غوطہ لگا گیا لیکن اب وہ بہت قریب آچکا تھا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ کچھ ہی لمحوں میں وہ حملہ کرنے والا ہے۔ میں اس کے سر کا نشانہ لینے کے لئے ہر طرح تیار تھا کہ اچانک میری پشت کی طرف سے بڑے زور سے بڑبڑ کا شور اُبھرا ——— ایک دیوہیکل بھینس چیتے پر حملہ آور ہو چکی تھی ———

جب بھینس میرے قریب سے گزری تو میں اس کے داہنے کولہے سے ٹکرا گیا۔ میں اس زبردست ٹکر کی تاب نہ لاسکا اور بہت زور سے زمین پر گر پڑا۔

www.taemeernews.com

میری انگلی ہاتھوں سے نکل کر دور جا پڑی۔ میں بڑی پھرتی سے اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اور پھر بغیر کچھ سوچے سمجھے وہاں سے تیزی سے بھاگ کھڑا ہوا۔

میں خوف کے مارے لرز رہا تھا۔ پتہ نہیں میں کس طرح گھیرے سے باہر آگیا۔ جس بھینس نے حملہ کیا تھا، اس کے ہٹ جانے سے گھیرے کی ایک کڑی کم ہو گئی تھی اور شاید میں اسی میں سے بھاگ کر نکل آیا تھا۔

جب مجھے اتنا ہوش آیا کہ میں خطرے سے باہر آچکا ہوں، تو میں رک گیا اور پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ حملہ آور بھینس نہیں تھی بلکہ بھینسا تھا۔ وہی میرا پرانا دوست پولوٹو جو اس وقت مجھ سے ٹکراتا ہوا گیا تھا۔ پولوٹو اس وقت گھاس کے کھیت میں تھا اور جیتا اس کے سر پر لٹکا ہوا تھا۔ غور دیکھنے پر میں نے دیکھا کہ جیتے نے اگلے پنجے سینگوں کے قریب گردن میں گاڑ رکھے ہیں اور اپنے پچھلے پنجوں سے وہ اس کے پیٹ سے گوشت کھرچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بھینسے نے جیتے کو گردن جھٹک کر گرانے کی کوشش کی اور جب اس طرح کام نہیں بنا تو وہ ایک دم گھٹنوں کے بل جھک گیا اور اپنے بھاری سر کی مار سے زمین پر گرا کر دبوچ لیا۔ ایک دم محاصرے کا تمام نقشہ درہم برہم ہو گیا۔ اپنے تھنوں سے نکلتی ہوئی آوازیں نکالتے ہوئے وہ سب پولوٹو کی امداد کو بڑھے اور زخمی پٹھے کو اپنے سینگوں سے اچھال اچھال کر اور اس کے بعد کھروں سے کچل کچل کر اس کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔

بھینسوں کے کھروں سے دھول کے بادل اڑ رہے تھے اور جہاں یہ ناٹک کھیلا گیا تھا، وہاں دور دور تک گرد و غبار پھیل گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جب مطلع صاف ہوا تو بھینسیں میدانِ جنگ سے واپس آتی ہوئی دکھائی دیں۔ پولوٹو ابھی تک اسی جگہ کیلا گھاس کے میدان میں کھڑا تھا۔ وہ دل دہلا دینے والا منظر تھا۔ پولوٹو کا سر

www.taemeernews.com

اُسکے گھٹنوں تک جھکا ہوا تھا۔ اس کی بائیں آنکھ پھوٹ گئی تھی اور پورا چہرا لہولہان ہو رہا تھا۔

میں یہ پورا منظر اس جھاڑی کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا، جہاں میں چھپا ہوا تھا۔ گاؤں کا شکاری اور میرا اردلی بھی کسی نہ کسی طرح گھٹنوں کے بل چل کر وہاں پہنچ گئے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ کسی طرح پوٹو کو قابو میں کر کے اس کی مرہم پٹی کرنا چاہیئے لیکن میرا یہ ارادہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

بھینسوں کے جھنڈ سے ایک جوان نر بڑھا باہر نکلا اور پوٹو کو دیکھ کر اکڑ کر بڑھنے لگا۔ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ موجودہ سردار اس وقت کمزور حالت میں ہے ظاہر ہے یہ اب اس کا موقع تھا کہ وہ وقت سے فائدہ اٹھا کر سرداری کے لیئے اُسے چیلنج کرے۔

جیسے ہی پوٹو نے گردن اوپر کر کے اس کی طرف دیکھا، نئے بچھڑے نے دوڑ کر اس پر حملہ کر دیا۔ بوڑھے سردار نے اس تازہ دم حریف کی طرف دیکھا اور مقابلے کے لیئے سینگ سامنے کر دیئے ایک زوردار تڑاخ کی آواز ہوئی۔ پھر وہ سینگ سے سینگ ملا کر پہلوانوں کی طرح ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے اور یہ کوشش کرنے لگے کہ مقابل کو زمین پر گرا دیں۔

پوٹو نے پھنسے ہوئے سینگ الگ کرنے کے خیال سے اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھکائی دی۔ دوسرا فریق شاید اس داؤں کے لیئے تیار نہ تھا۔ اس لیئے توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اسی کا سر زمین سے لگ گیا اور ٹھیک اسی وقت ایک زوردار ٹکر کے ساتھ چشم زدن میں پوٹو کے سینگ، اس کے پیٹ کی نرم کھال میں بھونک دیئے گئے۔ وہ ایک طرف گر گیا اور پھر کبھی نہ اٹھ سکا

پوٹو اب پھر گردن اٹھائے میدان میں کھڑا تھا۔ بہت زیادہ خون نکل

www.taemeernews.com

جانے کی وجہ سے اس کی حالت اب اور بھی قابلِ رحم ہو گئی تھی۔ وہ کمزوری کی وجہ سے لرز بھی رہا تھا۔ لیکن بہر حال وہ سرخ رو اور فتحیاب تھا۔

پوٹو کی یہ فتح عارضی ثابت ہوئی۔ ایک دوسرے بھینسے نے گلے سے پیش قدمی کی۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو اپنی دوسری رائفل سے جو میں نے اردلی سے لے لی تھی، بہ آسانی دوسرے بھینسے کو ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ لیکن میں ایسا نہ کر سکا مجھے پھر خیال آیا کہ اگر میں نے فائر کر دیا تو بہت ممکن ہے کہ بھینسوں کا پورا ریوڑ ہی کہیں ہم پر حملہ آور نہ ہو جائے۔

دوسرے بھینسے نے پوٹو کو ایک دم جا لیا اور بہ آسانی اُسے زمین پر دھکیل دیا اور پھر فوراً ہی ٹھیک پہلے کی طرح پوٹو کے نرم پیٹ میں اپنے سینگ اتار دیئے۔ اس کے بعد ریوڑ کے دوسرے نر بھینسے بھی لپک پڑے اور پوٹو کے بے دردی سے سینگ اتارنا شروع کر دیئے۔

ان کا یہ گھناؤنا کھیل جلد ہی بند ہو گیا اور پورا قاتل ریوڑ وہاں سے ہٹنے لگا۔ ان کی دُمیں ہوا میں لہرا رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ کوئی جشنِ فتحیابی منا کر لوٹ رہے ہوں۔

میں پوٹو کی طرف بھاگا وہ دل ہلا دینے والا نہایت تکلیف دہ اور رقت آمیز منظر تھا۔ پوٹو پر اس وقت نزاع کا عالم طاری تھا۔ وہ سخت تکلیف میں مبتلا تھا مجھ سے یہ دردناک منظر نہ دیکھا گیا۔ میں نے دل پر پتھر رکھ کر اسکے ماتھے میں رائفل کی دو گولیاں اتار دیں تاکہ میں اسے ایک سخت تکلیف سے نجات دلا دوں۔ میری آنکھیں اپنے دوست کے غم میں اشکبار ہو گئیں۔ میں نے اپنے آپ کو بہت بُرا بھلا کہا اور خوب لعنت ملامت کی کہ یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے ہوا تھا۔ اگر میں چیتے کو زخمی کر کے نہ چھوڑ دیتا تو یہ حادثہ کبھی نہ ہوتا اور اس بہادر اور گرانڈیل سورما کو قبل از وقت موت سے ہمکنار نہ ہونا پڑتا۔

www.taemeernews.com

دروازے پر شیر ببر

شاید ببر شیروں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میرے پاس صرف ایک ہی لالٹین ہے، ایک ہی رائفل ہے اور میں خود بھی ایک ہی ہاتھ کا ٹنٹا آدمی ہوں، جب ہی تو وہ آدھی رات سے پو پھٹنے تک میرے کواٹر کا محاصرہ کیے رہے۔

دن سے جو موسلا دھار بارش شروع ہوئی تو کسی طرح رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ آسمان پر اب بھی کالے کالے بادل اُمڈے چلے آ رہے تھے۔ میں بچاؤ کی خاطر جہاں رکا تھا۔ اس کی چھت جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ اور کئی کڑیاں بھی جھک گئی تھیں۔ ان حالات میں ہاں ٹھہرنا خطرناک تھا۔ ہاں اگر کوئی مچھلی یا مینڈک کی نسل سے ہوتا تو اس کے لیے واقعی باہر عیش ہی عیش تھے، لیکن یہاں تو ایسی بات تھی نہیں۔ میرے حال پر تو اس وقت "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" والی مثل پوری طرح صادق آ رہی تھی۔ میں سرِ شام ہی اس شکستہ کوٹھری کے دروازے پر آ بیٹھا تھا اور جب تک خوب اندھیرا نہ ہو گیا، میں وہیں بیٹھا سامنے پھیلے ہوئے پانی کو تکتا رہا۔ اس وقت اس کے سوا اور چارہ ہی کیا تھا۔ میرے ساتھ جو چار سو مزدور کام کر رہے تھے، وہ بھی اسی طرح کی زندگی گزار رہے تھے۔ البتہ ان کے ساتھ اتنی بات ضرور ہو گی کہ وہ میری طرح تنہائی کے شکار نہ ہوں گے بلکہ اپنی گھاس پھوس اور مٹی کے جھونپڑوں میں، جیسا کہ وہ عموماً رہتے ہی ہیں، آلتی پالتی مارے ننگ دھڑنگ بیٹھے گپ بازی میں مشغول ہوں گے۔ بلکہ بہت ممکن تھا

www.taemeernews.com

کہ اس وقت میرے ہی بارے میں دوں کی باتیں جا رہی ہوں یا گوشت حاصل کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہوں یا پھر پاس والے گاؤں کی کسی اہم واردات پر تبادلۂ خیال ہو رہا ہو۔

جب اندھیرا خوب پھیل گیا، تو مجھے قریب ہی کچھ ایسی صاف آوازیں سنائی دیں جیسے کوئی چیتا اپنے کسی شکار کا پیچھا کر رہا ہو۔ یہ آوازیں مجھے اپنی داہنی طرف بس چند ہی قدموں کے فاصلے پر پہاڑی کی سمت سے سنائی دی تھیں۔ چیتا چاہے بھیگے یا سوکھے، اسے تو بہر صورت اپنے پیٹ کی آگ بجھانا ہی تھی، مجھے واقعی اس پر ترس آیا کہ کس طرح کیچڑ اور کانٹوں میں گیلی اور پھسلتی ہوئی جھاڑیوں کے اندر چھپتا اور گھات لگاتا پھر رہا ہوگا۔ میں نے شکر ادا کیا کہ مجھے یہ سب تکلیفیں نہیں سہنا پڑتیں۔ بلکہ اس خراب موسم میں بھی میرے ماں جی یوجنا نے اچھے اچھے اور مزیدار کھانے تیار کر رکھے ہوں گے۔ کھانے کا خیال آتے ہی میں تصور میں ہی دیر تک شوربے کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے لگا جو اس نے نہایت اہتمام سے میرے لیے تیار کیا ہوگا۔ مجھے اپنی مرغیوں کا بھی خیال آیا کہ پتہ نہیں وہ ڈربے میں ٹھیک طرح بند بھی ہوئیں یا نہیں۔ یہ خیال آتے ہی میں ہمت کر کے بارش میں ہی ڈربے کو بروقت دیکھنے کے ارادے سے اپنے گھاٹ کی طرف چل پڑا۔

اونچی اونچی پہاڑیاں اندھیرے میں پوری طرح غرق ہو چکی تھیں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ چلتے چلتے مجھے اچانک کسی چھوٹے چوپائے کے بھاگتے ہوئے کھروں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ شاید پہاڑیوں میں رہنے والا چھوٹی ذات کا ہرن ہی تھا جو دشمن سے بچاؤ کی خاطر بڑی تیزی سے منہ اٹھائے اندھا دھند نکیلی پہاڑیوں کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ اس کا دشمن یقیناً وہی چیتا ہوگا جس کی آواز کچھ دیر پہلے میں نے سنی تھی۔ ہرن

www.taemeernews.com

کے بھاگنے کے انداز اور نکیلی پہاڑیوں کی موجودگی سے یہ اندازہ لگانا آسان تھا کہ یہ خوبصورت بلا اُسے نہ پکڑ سکے گی اور اس کے نرم گدیلے پیر اس جگہ مات کھا جائیں گے۔

ڈربہ دیکھنے کے بعد میں بخیریت تمام اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ یوحنا نے مجھے دیکھ کر باورچی خانے سے جو میرے سونے کے کمرے اور برآمدے سے ملا ہوا تھا، کھانا لا کر میز پر لگانا شروع کر دیا۔ اسوقت اسکے ہاتھ میں مٹی کے تیل کی لالٹین لٹک رہی تھی۔

میں کرسی پر بیٹھ گیا اور خاموشی سے انتظار کرنے لگا کہ شوربے، بھنے ہوئے گوشت اور میٹھے آلوؤں کی پلیٹیں بھی آجائیں تو کھانا شروع کروں۔ چھپر کے پھوس پر پانی گرنے کی آواز بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ اس قدرتی ساز نے میرے اوپر غنودگی طاری کر دی اور میں سوچنے لگا کہ کھانا کھاتے ہی مچھر دانی لگا کر لیٹ جاؤں گا اور اپنے نرم بستر میں خوب مزے سے سوؤں گا۔

میں نے کھانا ختم کیا۔ کھڑکی پر پردہ پہلے ہی ڈال دیا گیا تھا۔ دن بھر کی ڈیوٹی پوری کرنے کے بعد یوحنا بھی چلا گیا تھا۔ اس لیے میں اٹھا اور آخری بار رات کی سیاہی اور بارش کو دیکھنے کے خیال سے لالٹین ہاتھ میں لیے برآمدے میں آگیا۔ لالٹین کی روشنی میں پانی کی دھاریں سنہری اور اس سے دوسری سمت کالی برچھیوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔ لالٹین گل کرنے کے بعد میں بستر پر لیٹ گیا۔ اور اپنی سفید مچھر دانی میں لیٹے لیٹے اس کھڑکی میں سے کافی دیر تک باہر جھانکتا رہا، جو میرے پلنگ سے ملی ہوئی تھی اور اتنی ہی بڑی بھی تھی جتنی اس چھپر کی کھڑکی، جہاں میں نے کھانا کھایا تھا۔ پہاڑی کے نشیب میں جانوروں کے رکھوالوں کی چھپر پا کے نیچے آگ جھلملا رہی تھی۔ کیمپ اور جانوروں کا

www.taemeernews.com

باڑا رات کی سیاہی میں بالکل دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن یہ بات میں نے ضرور دیکھ لی تھی کہ بارش اب پہلے کے مقابلے میں ہلکی ہو چکی تھی۔

مجھے رک رک کر کچھ عجیب اور بے ہنگم قسم کی آوازیں سنائی دیں۔ میں جلدی سے اٹھ بیٹھا اور چھپر کی اوٹ کے نیچے چھپ کر جس سے خوب پانی گر رہا تھا، ان آوازوں کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بہت سے پہاڑی نالے جو کل تک بالکل خشک تھے، اب پوری طرح لبریز پانی کو تیزی سے ڈھلوان کی طرف بہائے لیے جا رہے ہیں اور یہ شور انھیں کا ہے۔ یہ نالے کیپٹا ندی سے جو وہاں سے بمشکل آدھے میل کے فاصلے پر تھی، جا کر مل گئے تھے۔ میں وہاں سے ہٹ گیا مجھے اطمینان تھا کہ جانوروں کے باڑے لوما کی دیواریں کافی مضبوط ہیں اور ان کے بنانے میں افریقیوں نے لاپرواہی سے کام نہیں لیا تھا۔ لوما کے بنانے میں بڑے بڑے درختوں کے تنے کاٹ کر ستونوں کی جگہ استعمال کیے گئے تھے۔ یہ ستون زمین کے اندر گہرے گاڑ دیے گئے تھے اور پھر ٹہنیوں اور لمبی لمبی بیلوں اور رسیوں کی مدد سے انھیں باہم خوب اچھی طرح جکڑ دیا گیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ باڑے کے رکھوالے اسوقت نہایت اطمینان اور آرام سے اپنی گول جھونپڑی میں ہونگے بلکہ ان میں سے ایک تو جاگ کر پہرا دے رہا ہوگا اور دو آگ کے پاس پڑے بے فکر سو رہے ہونگے اور ان کے جانور نیم خوابی کے عالم میں کھڑے کھڑے اطمینان سے جگالی کر رہے ہوں گے، بالکل محفوظ اور بارش میں بھیگنے نہ بھیگنے کے خیال سے بے نیاز۔ باڑے کی دیواریں، اتنی اونچی تھیں کہ بیر شیر بھی اس کے اندر کود کر نہیں آسکتا تھا۔ اس کا بھی اندیشہ نہیں تھا کہ جانور خود ہی شیر کے ڈرانے اور خوفزدہ کرنے سے باڑے کی دیواریں توڑ سکیں۔ باڑے کے چوکیدار کرامونگ، قبیلے کے بھالے بردار جوان تھے جو مضبوط جسم کے مالک اور حملہ کرنے میں نہایت ہوشیار اور ماہر

www.taemeernews.com

تھے۔ میں اطمینان سے بستر پر دراز ہوگیا اور پھر جلدی ہی مجھے نیند بھی آگئی۔

وہ خوفناک آواز جس نے مجھے ہڑبڑا کر جگا دیا تھا، اب بھی برابر سنائی دے رہی تھی۔ وہ آواز نہ صرف بہت ہی بھاری بھرکم قسم کی تھی بلکہ کافی حد تک دہشتناک بھی تھی۔ بھیڑیے سے نکلی ہوئی دہاڑ کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔ اس پر طرّہ یہ کہ اس دہشت کے علاوہ اس میں ریتی کی سی کاٹ بھی تھی جو دل کو پھیلے دیتی تھی۔ کبھی کبھی تو اس کے منہ سے نکلی ہوئی دہاڑ کے ساتھ واپس جانے والی ہوا زیادہ دہشت ناک اثر چھوڑ رہی تھی۔ وہ یقیناً کوئی بہت زبردست، بھاری بھرکم پرانا ببر شیر تھا۔ اس کے مقابلے میں مجھے اپنے چھوٹے پن اور کمزوری کا شدت سے احساس ہوا۔ میں اپنے بستر سے، جو مچھر دانی اور کمرے کی دیواروں سے گھرا ہوا تھا اور جہاں بیٹھے رہنے سے میں کسی بھی طرح باہر کی نقل و حرکت سے باخبر نہیں رہ سکتا تھا، باہر آچکا تھا۔ میں ایک ہی چھلانگ میں وہاں جا پہنچا جہاں میری رائفل دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ میں نے خوف سے کانپتے ہوئے ہاتھ سے جھپٹ کر اسے اٹھا لیا۔ وہ ۶۰۵ ملی میٹر والی "مین لیچر" تھی جس کا بٹ اندھیرے میں مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی مخلص دوست کے ہاتھ کی گرفت۔

سوتے سوتے اچانک اٹھ جانے کے بعد اضطراری طور پر مجھ سے جو جو حرکتیں سرزد ہوئیں، ان سب کو تفصیل سے بتانا مشکل ہے۔ بستر سے اٹھتے وقت لاشعوری طور پر میں نے ماچس بھی اٹھا لی تھی جو میں ہمیشہ اپنے تکیے کے نیچے رکھا کرتا تھا۔ برسات کے موسم میں اگر ماچس یوں ہی باہر رہنے دی جائے تو وہ سیل کر بیکار ہو جاتی ہے لیکن تکیہ کے نیچے رکھنے سے وہ ہمیشہ کام کے قابل رہتی تھی اور میں جب چاہتا تھا اسے آسانی سے جلا سکتا تھا۔ رائفل کو پکڑتے وقت مجھے پتہ چلا کہ میرے پسینے ہوئے ہاتھ میں ماچس دبی ہوئی ہے۔ میں نے ماچس کو دانتوں کی

www.taemeernews.com

گرفت میں لینے کے بعد رائفل کو لوڈ کر لیا۔ جب میں ایسا کر رہا تھا تو وہ خوفناک اور دل دہلا دینے والی گرج پھر سنائی دی۔

میدانِ جنگ میں ایک سپاہی کے کس طرح کے احساسات ہوتے ہوں گے اور اسکے دل میں کیا کیا خیالات آتے ہوں گے، ان کا مجھے کچھ کچھ اندازہ ہوا۔ اس وقت میری بھی یہی کیفیت تھی، بلکہ میں تو اس جنگ میں اس طرح مسلح کیا گیا تھا جس طرح کبھی کوئی نہ ہوا ہوگا۔ دہاڑنے کی آواز پھر سنائی دی۔ پہلے سے زیادہ دہشتناک انداز میں اُس کے پھیپھڑوں نے سانس واپس لیا جیسے وہ مجھے ہی خوفزدہ کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہوں۔ مجھے لالٹین کی شدت سے ضرورت تھی، لیکن لالٹین تک جانے کے لیے فولاد کا دل چاہیئے تھا۔ لالٹین حاصل کرنے کے لیے مجھے اس کھلے فرش سے گزرنا پڑتا تھا جو بغیر کواڑوں والے دروازے کے قریب تھا۔ اور جہاں سے کوئی بھی ببر شیر بے باکی اور نڈرپن کا مظاہرہ کرتے ہوئے، نہایت اطمینان سے کھلے راستے ہی میں دبوچ سکتا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی چوہا دبوچ لیا جاتا ہے۔ میں اس اندھیرے پھندے میں اچھی طرح پھنس چکا تھا۔ فرش سے بچ کر نکلنے میں پھرتی کا سفید بھوت میری راہ میں حائل ہو رہا تھا۔ اب میں مشکل سے ہی اسے ہٹا سکتا تھا لیکن اس کا ہٹانا بہت ضروری تھا۔ کیونکہ تب ہی تو میں یہ دیکھنے کے قابل ہوتا کہ آیا میں رائفل چلا بھی سکوں گا اور یہ کہ اس کا چلانا مفید بھی ہوگا یا نہیں۔ جیسے تیسے خدا خدا کر کے بالآخر میں نے اس سفید بھوت سے پیچھا چھڑا ہی لیا۔

لالٹین چارپائی کے آس پاس ہی کہیں رکھی ہوئی تھی لیکن مجھے صحیح یاد نہ تھا کہ لیٹنے سے پہلے ٹھیک کس جگہ میں نے اُسے رکھا تھا۔ مجھے ڈر ہوا کہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے اگر میری ٹھوکر سے وہ لڑھک گئی تو میں کہیں کا نہ ہوں گا۔

www.taemeernews.com

اس وقت مجھے رائفل سے زیادہ لالٹین کی ضرورت تھی۔ میں نے اسے تلاش کرنے کے لیے زیادہ احتیاط اور اطمینان سے پیر چلانا شروع کر دیے۔

وہ تو کہیے کہ قسمت نے ساتھ دیا جو جلدی ہی ایک جگہ میرے ننگے پیر نے لالٹین کی پیندی کو محسوس کر لیا۔ ٹھیک اسی وقت بھاری بھرکم پنجوں کی دھمک مجھے کھلے ہوئے دروازے کے پاس سنائی دی۔ اس وقت ببر شیر اور میرے درمیان صرف چند فٹ کا فاصلہ تھا۔ خشک حلق اور خوف کی ٹھنڈک کے باوجود میں ہمت کے ساتھ ایک اچھے موقع کی امید میں ہر حملے کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ اگر میں ہمت سے کام لیتا تو یہ خودکشی کے مترادف ہوتا۔ اپنی چھوٹی رائفل کو گھٹنوں میں دباتے ہوئے میں نے پیروں سے لالٹین کے پیندے کو پکڑا۔ اس کی چمنی اوپر اٹھائی اور ماچس کو داہنی بغل میں دبا کر اپنے اکلوتے بائیں ہاتھ سے بتی نکال کر جلا دی۔ خوابیدہ پہلی شعاع نے اندھیرے کو دور بھگا دیا۔ اور جیسے ہی ایک بار پھر ببر شیر دہاڑنے کے لیے اپنا سانس واپس لے رہا تھا۔ میں نے جلتی ہوئی تیلی لالٹین کی بتی سے ملا دی۔ بتی کے روشن ہوتے ہی دوسرے لمحے میں لالٹین کی چمنی چڑھا چکا تھا میں جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور لالٹین کے اوپر سے نشانہ لیتے ہوئے بھری ہوئی رائفل کا رُخ دروازے کی طرف کر دیا۔ جب میں دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا تو ایک لمحے کے لیے میری آنکھوں نے نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی چمک دیکھی اور جیسے ہی وہ خوفناک درندہ ایک بار پھر دہاڑا تو میں خود بخود ڈر کے مارے آہستہ آہستہ دیوار کی طرف کھسکنے لگا۔

میرا دماغ ہی چکرا گیا تھا جب میں نے محسوس کیا کہ ایک نہیں بلکہ کئی ببر شیروں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ میں سوچنے لگا کہ کاش اگر میرے بجائے ایک ہاتھ کے دونوں ہی ہاتھ ہوتے یا اس وقت کوئی ساتھی میرے کندھے سے کندھا ملا

www.taemeernews.com

کر کھڑا ہوا ہوتا تو میں سب کو اچھی طرح سمجھ لیتا۔ ببر شیر نے ہوا میں پھر ارتعاش پیدا کر دیا۔ دوسرے شیروں نے بھی تائید میں اس کے ساتھ آوازیں ملائیں۔ میری رائفل بھی، لالٹین کے اوپر سے جو اس وقت میری بہترین رفیق تھی، فائر کرنے کے لیے بالکل تیار تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ دہاڑتے ہوئے دست انداز جو مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے، دروازے سے کچھ دور ہٹ گئے ہیں۔ اپنی خوفناک دہشت کے باوجود بڑے ببر شیر کی آواز میں ایک طرح کی ساحرانہ کشش بھی تھی۔ اس کا وہ پر شکوہ اور طمطراق کا گانا جو پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر گایا جا رہا تھا۔ ایک طرح سے ملے جلے گانے یا کورس کی نمائندگی کر رہا تھا اور جس کی تائید میں بقیہ تمام شیر اس کی دہاڑ ختم ہونے سے پہلے ہی ہ ہ ااا و و م م اور ی ی اا ہ ہ قسم کی آوازیں نکالنے لگتے۔ اپنے بھاری جسموں کو دیوار سے رگڑتے ہوئے انھوں نے جھونپڑی کا چکر لگانا شروع کر دیا اور اس طرح جلد ہی جب ٹھیک اس دیوار سے انھوں نے اپنا جسم رگڑا، جس کے اندر کی طرف، میں تقریباً ننگا سردی کے مارے کپکپاتا ہوا لگا کھڑا تھا تو میں ڈر کے مارے فوراً ہی دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ڈر کیوں اور کس بات کا تھا، اس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

شیروں کے دہاڑنے اور دیوار سے جسم رگڑنے کا یہ طریقہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ جانوروں کو خوفزدہ کرنے کے خیال سے ان کے باڑوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ایک دفعہ تو میں بھی بوکھلا گیا اور یہ ارادہ کرنے لگا کہ جب وہ دروازے سے دوسری طرف ہوں، تو میں وہاں سے فرار ہو جاؤں۔ لیکن خدا کا شکر ہے، میں نے جانوروں کی طرح اس پر عمل نہیں کیا اور اس خیالِ خام کو دل سے نکال پھینکا اگر میں بھاگنے کی کوشش کرتا تو وہ دس پانچ گز کے بعد ہی مجھے دبوچ لیتے۔ اس وقت لالٹین کی روشنی ہی میری سپر اور محافظ بنی

www.taemeernews.com

ہوئی تھی لیکن اس کا اندیشہ تھا کہ رات کے گزرنے کے ساتھ ساتھ، ممکن ہے روشنی سے ان کا فطری خوف جاتا رہے اور ان میں سے کوئی اسے نظر انداز کر کے اندر آجائے۔ میں سوچنے لگا، اگر کسی نے یہ حماقت کی تو پھر میں چشم زدن میں اس پر فائر جھونک دونگا۔ میں سوچنے لگا میری چھوٹی سی رائفل میں بھلے ہی اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ ببر شیر کی جست کو راستے ہی میں روک دے، لیکن ایسا بھی نہ تھا کہ اس کی گولی کھانے کے بعد وہ زندہ بچ جاتا۔ البتہ اگر یکے بعد دیگرے ایک کے بجائے دو شیر اندر آدھمکے تو پھر میرا اللہ ہی حافظ ہوگا۔ اور اگر انا ڈی پن سے میرا نشانہ ہی خطا ہوگیا۔ کیونکہ اسوقت میں بری طرح خوفزدہ تھا اور اچھے نشانے کے لیے بہر حال اطمینان کی ضرورت تھی۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو پھر میرے اور ان درندوں کے درمیان دست بدست لڑائی ہوگی اور جس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور میں اپنے ہی کمرے کے فرش پر جو میرے لیے اک چوہے دان کی طرح بن گیا تھا، پڑا تڑپ رہا ہوں گا۔

میرا دل دھک سے رہ گیا اور میں بری طرح بدحواس ہوگیا جب میں نے دیکھا کہ وہ بجائے دور دور چکر لگانے کے اب میرے دروازے کے پاس سے ہی گزر رہے ہیں اور لالٹین کی روشنی بھی جس کی وجہ سے وہ اب تک دور رہے تھے۔ اب انھیں روک نہیں پا رہی ہے۔ روشنی کی وجہ سے مجھے کمرے کے باہر کی کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دراصل لالٹین کو تو کمرے کے اندر کے بجائے دروازے کے پاس ہونا چاہئے تھا، بالکل چوکھٹ کے بیچوں بیچ میں نے تھوڑا اتنظار کیا اور جب وہ اپنا خوفناک راگ الاپتے ہوئے دوسری سمت چلے گئے تو میں نے لالٹین اٹھائی اور تیزی سے اسے لے جاکر چوکھٹ کے درمیان رکھ دیا۔ لالٹین تیز سے بھڑک اٹھی اور اس کے ساتھ ہی میرے دل کی دھڑکن بھی بس رکتے رکتے

www.taemeernews.com

ہی رہ گئی - مجھے اندازہ ہوا کہ اس میں تیل کم رہ گیا ہے اور وہ زیادہ دیر ساتھ نہیں دے سکتی ہے - میں جھکا کہ اس کی بتی کچھ کم کر دوں کہ اتنے میں مجھے شیروں کے پیروں کی دھمک سنائی دی جو دیواروں کا گول چکر لگا کر واپس آ رہے تھے - میں اپنی رائفل کا رُخ دروازے کی طرف کیے کیے الٹے پاؤں وہاں سے ہٹ گیا ماس بار بر شیر دروازے کے پاس سے نہیں گزرے بلکہ اتنی دور رہے کہ ان کے بھورے جسموں کی جھلک بھی دکھائی نہ دی - وہ سب ایک ساتھ مل کر زور زور سے دہاڑنے لگے جیسے وہ خلاف توقع اس نئی حکمتِ عملی کی غرّا غرّا کر شکایت کر رہے ہوں - جب وہ دوبارہ پھر کمرے کا چکر لگاتے ہوئے دوسری سمت چلے گئے تو میں پھر دوڑ کر لالٹین کے پاس جا پہنچا اور اس کی بتی کم کر دی - لیکن ساتھ ہی مجھے اب یہ بھی ڈر ہوا کہ کہیں وہ اسے اندر بلانے کی دعوت ہی نہ سمجھ بیٹھیں - روشنی پہلے کے مقابلے میں بہت پھیکی پھیکی لگ رہی تھی - اس لیے میں سوچنے لگا کہ اگلے چکر پر میں اسے تھوڑا اور اوپر کر دوں گا - پتہ نہیں تیل صبح تک ساتھ دے سکے گا یا نہیں — اگر روشنی کم رہی تو کیا ہوگا - روشنی زیادہ کر دی تو پھر — وہی تیل — اس طرح کے سینکڑوں خیالات میرے دماغ میں چکر لگا رہے تھے - مجھے اندازہ ہوا کہ میں اپنے آپ کو الجھن میں مبتلا کرتا جا رہا ہوں، بالکل اسی طرح جس طرح شیر جب جانوروں کے باڑے کے ساتھ اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے تو وہ بوکھلا کر پاگل سے ہو جاتے ہیں - بہت غور و خوض کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اب چاہے کچھ بھی ہو، مجھے اب کسی بھی حالت میں دوبارہ لالٹین کے پاس نہیں جانا چاہیئے - میں گھٹنے کے بل جھک گیا اور اپنے حواس درست کرنے کی کوشش کرنے لگا - مجھے بس ایک اچھے موقع کا انتظار تھا — بس تھوڑی دیر کا موقع — ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت کا — لیکن وہ بھی، غالباً اس وقت کی اہمیت سمجھتے تھے -

www.taemeernews.com

لالٹین کو دروازے کے درمیان رکھ دینے کے بعد سے شیروں نے بھی اپنا دائرہ وسیع کر دیا تھا اور وہ جھکن کا خیال کیے بغیر، برابر چکر لگائے چلے جا رہے تھے، جیسے انھیں اطمینان ہو کہ جلد ہی مناسب وقت پر وہ مجھے حاصل کر لیں گے۔

رات کی ٹھنڈی ہوا میرے خوف کو دوبالا کیے دے رہی تھی اور جسمانی قوت نے بھی جس کا بے جا استعمال ہو رہا تھا، اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ میں اس وقت تقریباً ننگا ہی تھا اس لیے کہ وہ چادر بھی جو میں اٹھتے وقت لپیٹ لیا کرتا تھا، پلنگ پر ہی رہ گئی تھی۔ سردی کے مارے مجھے کپکپی چھوٹنے لگی اور ننگے پن نے مجھے یہ غیرت دلانا شروع کر دی کہ بجائے اس کے کہ وہ میرا خاتمہ کر دیں، میں اس لڑائی میں برابر کا معاملہ رکھتے ہوئے خود ہی اپنے آپ کو کیوں نہ ختم کر لوں۔ لالٹین کی روشنی پر نظریں جمائے رکھنے سے میری آنکھیں تلملانے لگیں اور انھوں نے میرے ساتھ فریب کرنا شروع کر دیا۔ شیروں کے پنجوں اور جسموں کی رگڑ، میری پشت کی دیوار کو گھسے دے رہی تھی۔ ۵۵ ۱۱ دوم م اور دو ۱۱ ۵ قسم کی خوفناک آوازیں اور خاص طور سے بڑے شیر کی کڑک دار دہاڑ، میری قوت مزاحمت کو کمزور کیے دے رہی تھی۔ میرا جسم سن ہونے لگا تھا، ٹھنڈ اور ڈر کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ ان پر ہیبت اور منحوس آوازوں کی وجہ سے بھی جو کسی طرح بند ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔ جھکے جھکے میرا گھٹنا دکھنے لگا۔ اُسے آرام دینے کے خیال سے میں نے دیوار سے ٹیک لگالی۔ میں ایڑیوں کے بل بیٹھ گیا۔ لیکن چونکہ اس طرح بیٹھنے سے میں اچھی طرح فائر نہیں کر سکتا تھا، اس لیے میں نے کھڑے ہو جانے کا ارادہ کیا۔

ببر شیر اب بے باک ہوتے جا رہے تھے اور ان کی آوازیں بُری طرح خوفزدہ کیے دے رہی تھیں۔ رات بیتنے کے ساتھ ساتھ ان کی آوازیں بھی پہلے کے مقابلے میں زیادہ بدمزاجی، خفگی اور ضدی پن کا ثبوت دے رہی تھیں۔

www.taemeernews.com

انھیں بھوک بھی تو ستا رہی ہوگی۔ اور اُسے ٹھنڈا کرنے کے لیے انھیں کچھ نہ کچھ تو چاہیئے ہی تھا۔ جلدی ہی ان میں سے ایک نے دلیری کا مظاہرہ کیا اور روشنی کو نظر انداز کرکے شاید اندر کودنے کے ارادے سے کچھ ٹھٹھکا تو وہ روشنی میں بُری طرح نہا گیا۔ میں اس کی جھلک ہی دیکھ سکا اور میرے نشانہ لینے سے پہلے ہی وہ ایک دم غائب بھی ہوگیا۔

حد سے زیادہ جسمانی محنت اور ذہنی الجھن مجھے بے حد پریشان کیے دے رہی تھی۔ انتہائی سردی اور طویل شب بیداری نے مجھے گھبراہٹ کی اس منزل پر پہنچا دیا تھا کہ میرے سوچنے سمجھنے کی طاقت بھی میرا ساتھ چھوڑتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ سُن ہوتے ہوئے دماغ میں رینگتی ہوئی بے توجہی اور خالی الذہنی کو روکنے کے لیے مجھے سینکڑوں بار اپنے آپ کو جھنجھوڑنا پڑا۔ اچانک مجھے بھی طیش آگیا اور میرے دل میں پُرجوش خواہش ابھری کہ اب میں بھی انھیں تھوڑا سا چکھا دوں۔ ٹھیک اُسی وقت شیروں نے بھی پہلی بار دہاڑنے کا سلسلہ بند کر دیا۔ اب دن نکلنے میں بھی بہت زیادہ دیر نہ تھی۔

حالانکہ ان کی دہاڑ دہشت اور خوف سے بھری ہوتی تھی، لیکن مجھے ان کی خاموشی، دہاڑ سے بھی زیادہ خطرناک معلوم ہوئی۔

اب جو کچھ میں سن سکتا تھا، وہ صرف بے ترتیب پیروں کی آوازیں تھیں۔ نرم اور گدیلے پنجوں کی بے قرار آوازیں ——— میں بے جگری کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھا اور لالٹین کی روشنی کے اوپر سے اندھیری رات میں دہکتی ہوئی چمک پر نشانہ جما لیا۔ اور وہاں ——— سر سے دم تک غصے میں بھری ہوئی ایک شیرنی کھڑی تھی، جست لگانے کے لیے بالکل تیار۔ اب مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور اسی غیظ و غضب کے انداز میں، میں نے رائفل کا ٹریگر دبا

www.taemeernews.com

دیا۔ آگ کی زور لکیر نے اندھیری رات کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ میری آنکھوں کی چمک بند ہو گئی اور درد سے بھری ہوئی غضبناک آواز میں چیخنے، چنگھاڑنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسکے دوسرے ساتھی دیوانوں کی طرح تیزی سے بھاگ کر اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ ایک گونجدار فائر کے بعد غضبناک غرّاہٹ، بار بار گھٹنے اور بھدے گرنے کی آوازوں کے علاوہ ظاہر ہے وہاں اب رہ ہی کیا سکتا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ میرے اعصاب کی بے چینی، اب انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے۔ میں نے اس قہر سے بھری اچھلتی کودتی اندھی قیامت پر، دل کے پاس ایک فائر اور کر دیا۔ میرے شعور نے یقین دلایا کہ حملہ آور فرار ہو چکے ہیں اور اب میں بالکل اکیلا رہ گیا ہوں۔ وہ خبیث روح بھی جس کی آوازیں سوجانِ روح بنی ہوئی تھیں اور جو اچھل اچھل کر کبھی دائیں اور کبھی بائیں گر پڑ رہی تھی، اب کہیں دور پرواز کر گئی تھی۔

پہاڑی کی چوٹی کے اوپر آسمان میں سنہرا رنگ اُبھرنا شروع ہو گیا تھا۔ اور اندھیرے کے ساتھ ساتھ میری پریشانیاں بھی مٹ چکی تھیں۔ یہ آخری تحقیق میرے لیے کچھ معنی رکھتی تھی۔ میں تھوڑی پس و پیش کے بعد دروازے سے ہٹ گیا اور اپنی چھوٹی رائفل کو تھامے تھامے پلنگ پر گر پڑا۔ بالکل بے سدھ۔ جیسے اب نہ فکر باقی ہو اور نہ کوئی کام۔

www.taemeernews.com

جنگلی ترجمان

یہ کہانی جو میرے دوست لیف روگرس نے سنائی تھی بالکل سچی کہانی ہے۔ اس کی صحت میں اس لیے بھی شبہ نہیں ہے کہ بعد میں اس کی تائید ایک صاحب نے اور کی تھی جو خود روگرس کی پارٹی میں شامل رہ چکے تھے۔ مجھے اس وقت اُس جگہ کا صحیح نام تو یاد نہیں، لیکن بہرحال جہاں یہ واردات ہوئی وہ منیوبلی اوڈیشا کا کوئی پہاڑی علاقہ ہی تھا۔

اب کچھ لیف روگرس کے بارے میں بھی سنئے۔ وہ عام آدمیوں کے مقابلے میں زیادہ تنومند، جسیم اور کشادہ سینے والے ایک قدآور مثالی جوان کی طرح، مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اس لیے جب اس نے یہ آپ بیتی سنائی تو مجھے پہلے یقین ہی نہ آیا کہ وہ کبھی کسی سے ڈر سکتا ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ اس بُری طرح خوفزدہ ہو سکتا ہے۔ وہ رائفل چلانے میں لگتا تھا۔ اس جیسا نشانے باز میری نظر سے آج تک نہیں گزرا۔ شروع شروع میں وہ ایک پیشہ ور شکاری کی طرح جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ وہ کبھی کبھار انھیں زندہ بھی پکڑ کر فروخت کر دیتا اور اس طرح اپنی آمدنی میں معقول اضافہ کرتا رہتا۔ روگرس کی آپ بیتی اُسی زمانے کی یادگار ہے۔

یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب روگرس نے بعد میں یہ پیشہ ترک کر دیا تھا اور ہمارے ساتھ مل کر معدنیات اور تیل وغیرہ کی کانوں کو تلاش کرنے کا کام

www.taemeernews.com

شروع کر دیا تھا ایک بار سب ہم ایسی ہی ایک مہم سر کرنے کی کوشش میں ایک دور افتادہ مقام پر خیمہ زن آگ کے چاروں طرف بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔ تو باتوں باتوں میں آدمی کی ہمت، اور مردانگی پر بحث چھڑ گئی۔ ہم سب نے اپنے اپنے انداز میں اس پر بحث کی اور اپنے اپنے بیان میں وزن اور زور پیدا کرنے کے لیے مثالیں بھی دیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ روگرس اب تک کی بحث سے مطمئن نہیں ہے اور کچھ کہنے کے لیے بے چین دکھائی دے رہا ہے۔ آخر جیسے ہی ایک صاحب نے اپنا قصہ ختم کیا تو روگرس بول اٹھا کہ وہ بھی اسی طرح کے حادثے سے دوچار ہو چکا ہے۔ اس نے نہایت صفائی سے اقرار کیا کہ اب بھی جب مجھے اس کی یاد آجاتی ہے تو میرے رونگٹے تک کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت میری ہمت پوری طرح جواب دے چکی تھی اور میری ساری ہیکڑی اور اکڑ خاک میں مل گئی تھی۔"

ہمارے اصرار پر روگرس نے اپنا قصہ اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

"اب سے پہلے میں جنوبی اوٹاہ میں جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ میں نے پہاڑیوں کے قریب ایک کوٹھری بنالی تھی جس کا نام میں نے ہیڈ کوارٹر رکھ چھوڑا تھا۔ ریچھ، ہرن، پہاڑی ببر شیر، بن بلاؤ سب ہی وہاں کثیر تعداد میں ملتے تھے۔ جس زمانے کی یہ بات ہے، ان دنوں میں اور میرا ساتھی ٹام لینس وہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ جم اور جون انڈریوز بھی آکر ہمارے ساتھ شریک ہو گئے یہ دونوں حضرات وہاں شوقیہ شکار کے ارادے سے آئے تھے اتفاقاً لوگوں کی تعداد بڑھ جانے سے تازہ گوشت کی سپلائی میں کمی پڑ گئی۔ اس لیے ایک دن میں تیسرے پہر کو اپنی ایک فائر والی ۷۰، ۵۰ ہلیرڈ رائفل کندھے پر رکھ، ہرن کے شکار کے ارادے سے جنگل میں نکل پڑا۔ میں ہرن کی تلاش میں دور تک چلا گیا اور قریب قریب ہر وہ جگہ دیکھ ڈالی جہاں ان کے ملنے کا امکان ہو سکتا

www.taemeernews.com

تھا لیکن اتفاق کی بات کہ اس دن ہرن دور دور تک نظر نہ آیا۔ آخر بڑی تلاش اور جستجو کے بعد مجھے ایک جگہ ایک بڑے نر ہرن کے تازہ کھوج مل ہی گئے۔

کھوج نظر آتے ہی میری ساری تھکن دور ہو گئی اور میں نئی لگن اور نئے حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس امید پر کہ ہرن اب بلا اور تب بلا۔ میں ایک ایک قدم بڑھتے بڑھتے "ہیڈ کوارٹر" سے کوئی چار پانچ میل دور نکل گیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کا وقت آگیا اور اندھیرے کی وجہ سے پیروں کے نشان دکھائی دینا بند ہو گئے۔ میں اپنی منزل سے کافی دور نکل آیا تھا لیکن اس کے باوجود میرے دل میں کسی قسم کا ڈر یا خوف نہیں تھا۔ وہ پورا علاقہ میرا دیکھا بھالا تھا اور میں وہاں کے چپے چپے سے واقف تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ مجھے کس راستے سے واپس جانا چاہئے یا کس طرف وہ پگڈنڈی ہے جو سیدھی ہیڈ کوارٹر تک جاتی ہے اس دن چاند کی چودہ تاریخ تھی۔ اس لیے کچھ ہی دیر بعد پورا چاند آسمان پر طلوع ہونے والا تھا۔ مجھے اطمینان تھا کہ چاند کی روشنی میں راستہ بھٹک جانے کا بھی اندیشہ نہ رہے گا اور میں آسانی سے منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤں گا۔ سورج غروب ہوتے ہی اتنا زیادہ اندھیرا ہو گیا کہ میرے لیے آگے دیکھنا مشکل اور اگر کچھ نظر بھی آجائے تو اس پر صحیح نشانہ لگانا ناممکن سا ہو گیا۔ میں نے ہرن کو مزید تلاش کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور چھوٹی پہاڑی کو پار کر کے بغیر کسی دقت کے اس راستے پر ہو لیا جو میری کوٹھری کی طرف جاتا ہے۔

میں ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوں گا کہ مجھے اپنے پیچھے دور کچھ سرسراہٹ سی سنائی دی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ اس سرسراہٹ نے مجھے ہیجان میں مبتلا کر دیا۔ میں ایک دم رک گیا اور چوکنا ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے اور آہٹ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ میں یہ بات جاننے کے لیے بیتاب

www.taemeernews.com

ہو رہا تھا کہ آخر وہ کون سی شے ہے جس نے اس طرح خوفزدہ کر دیا۔ حالانکہ چاند نکل آیا تھا اور اس کی روشنی میں ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی، لیکن مجھے کہیں کوئی پتا بھی ہلتا ہوا نظر نہ آیا اور نہ ہی کوئی آہٹ محسوس ہوئی۔

میں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ وہاں خطرے کی کوئی بات نہیں ہے لیکن اس ان دیکھے ڈر اور خوف نے جو مجھ پر اچانک چھا گیا تھا، میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کار میں چلتا چلتا ایک کھلی جگہ پر آ گیا۔ جہاں ایک طرف کوئی پانچ یا چھ فٹ اونچی پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔ اور دوسری طرف کافی دور تک آس پاس کوئی سایے دار درخت نہ تھا۔ اس کھلے ہوئے قطعے کو پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی میں رک گیا اور پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس سرسراہٹ کا راز اب ضرور کھل جائے گا۔ کچھ دیر تک جب مجھے آس پاس کچھ نظر نہ آیا تو میں نے دور اس جھاڑی تک نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں جو دوسری طرف پہاڑی کے نیچے کھڑی تھی۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا ایک سیکنڈ کے بعد ہی ایک بڑے پہاڑی ببر شیر نے جھاڑی سے اپنا سر باہر نکالا اور مجھے دیکھنے کے بعد میری طرف نگاہیں جمائے جمائے کتے کی طرح پیروں کے بل لمبا لمبا بیٹھ گیا۔ میں نے زندگی میں اتنا بڑا شیر کبھی نہیں دیکھا۔ چاند کی روشنی میں اس کا جسم ہلکے عکس کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں اس طرح دکھائی دے رہی تھیں جیسے دو دہکتے ہوئے انگارے۔ ان آنکھوں کی چمک نے میری ریڑھ کی ہڈی تک ایک سرد لہر دوڑا دی۔ لیکن اس کے باوجود بھی میں نے اس وقت زیادہ خطرہ محسوس نہیں کیا، کیونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ پہاڑی شیر اکثر اکیلے دکیلے آدمی کا میلوں پیچھا کیا کرتے ہیں۔ لیکن فطری جھجک کی وجہ سے وہ ان کے زیادہ قریب آنے یا حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ ہاں اگر شیر بھوکا یا زخمی ہو تو بات دوسری ہے۔ ایسی حالت میں پھر

www.taemeernews.com

شیر کسی کی مروت نہیں کرتا اور آناً فاناً وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے۔

میری نظر شیر کے پیلے جسم پر جمی ہوئی تھی۔ حالانکہ دوری کی وجہ سے اسکے جسم کے نقوش دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن پھر بھی میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنی دُم کو اِدھر اُدھر حرکت دے رہا ہے۔ ظاہر ہے یہ غصّے کی علامت تھی۔ میں دو ایک سیکنڈ تک اس کی طرف دیکھتا رہا، لیکن فوراً ہی اس پر گولی چلانے کے ارادے سے میں نے رائفل سیدھی کر لی۔

کچھ دن پہلے میں نے رائفل کی شست لینے والی کمھیاں ریتی سے گھس کر کم کر دی تھیں تاکہ اس طرح میں باریک سے باریک نشانہ لے کر جہاں چاہوں، وہاں گولی مار سکوں۔ مگر شیر پر گولی چلانے کے ارادے سے اب جو میں نے نشانہ لینا چاہا تو مجھے پتہ چلا کہ چاند کی ہلکی روشنی میں اس وقت باریک کمھی مجھے نظر نہیں آ رہی ہے۔ اور بغیر شست کے صحیح نشانہ لگانا میرے لیے ناممکن ہو گیا ہے۔ جتنی جلدی میں نے فائر کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اُسی عجلت میں اب میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر میری گولی نے اُسے کاری ضرب نہ پہنچائی اور وہ اگر صرف زخمی ہو گیا، جس کا اس وقت زیادہ امکان تھا تو پھر یقیناً وہ مجھے نہیں بخشے گا۔ دوسری صورت میں اگر میں نے اُسے یوں ہی چھوڑ دیا تو ممکن ہے کہ وہ میرا پیچھا کرتے کرتے تھک کر واپس ہی چلا جائے میں نے ان دونوں پہلوؤں پر غور کیا لیکن اس وقت یہ بات میرے ذہن میں نہ آئی کہ اگر شیر اسی طرح میرا تعاقب کرتا رہا تو مجھے ان اندھیرے راستوں سے بھی گزرنا پڑے گا جہاں گھنی جھاڑیوں اور بڑے بڑے پیڑوں کی وجہ سے چاند کی روشنی زمین تک پہنچ نہیں سکتی ہو گی اور ان حالات میں، میں وہاں پوری طرح شیر ہی کے رحم و کرم پہ ہوں گا۔

www.taemeernews.com

فائر کرنے کا ارادہ ملتوی کر دینے کے بعد، میں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ ببر شیر کو میلوں اپنے پیچھے لگائے رکھنے کے بجائے کیوں نہ میں خوفزدہ کر کے اُسے یہیں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دوں۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میں نے فوراً اپنے سر سے ہیٹ اتارا اور ایک ہاتھ میں رائفل اور دوسرے میں ہیٹ پکڑے، دونوں ہاتھ ہلاتا اور چیختا چلاتا ہوا اس کی طرف دوڑ پڑا۔ ان حرکتوں کا ردِعمل صرف اتنا ہوا کہ ببر شیر نے اب تک اپنا سر جو پنجوں پر رکھ چھوڑا تھا، ایک دم اٹھا لیا۔ اس کی آنکھوں سے روشنی کی تیز کرن نکلتی ہوئی معلوم ہوئی اور ساتھ ہی اس کے سفید دانتوں نے مزید بداخلاقی کا ثبوت دینا شروع کر دیا۔ بلاشبہ شیر صاحب اس وقت اس موڈ میں نہیں تھے کہ ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈر جائیں۔

میں نے دوسرا حربہ آزمانے کے خیال سے، اب یہ ارادہ کیا کہ لگاتار دو تین ہوائی فائر کر کے ہی دیکھوں کہ وہ اس کے بعد بھی فرار ہوتا ہے یا نہیں۔ میں نے احتیاطاً دو تین کارتوس بھی اپنے ہاتھ میں رکھ لیے تاکہ میں بغیر توقف کے جلدی جلدی رائفل بھر سکوں اور اگر وہ بجائے بھاگنے کے الٹا حملہ ہی کر دے تو پھر انہی کارتوسوں سے اُس کا شایانِ شان خیر مقدم بھی کر سکوں۔ یہ سب تیاری کرنے کے بعد بالآخر میں نے اس کے سر کی طرف ایک فائر کر ہی دیا ——— میرے فائر کی چٹانیں بھلے ہی خوفزدہ ہو گئی ہوں لیکن شیر پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ وہ بغیر ہلے جلے اب بھی وہیں اور اسی حالت میں براجمان تھا۔ جلدی سے دوسرا کارتوس بھرتے ہوئے میں نے پھر اس کی طرف رائفل سیدھی کر دی لیکن جب اس کے انداز میں کوئی فرق نظر نہ آیا تو دوبارہ فائر کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ مجھے محسوس ہوا کہ حالات کافی تشویشناک ہو چکے ہیں۔ شیر نہ تو خوفزدہ ہو رہا تھا اور نہ ہی میں اس وقت

www.taemeernews.com

اس حالت میں تھا کہ ایک ہی فائر میں اُسے جہنم رسید کر سکوں۔ ان ناسازگار حالات کو دیکھتے ہوئے، تب میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں اپنے راستے پر آگے بڑھتا رہوں۔ آگے کا راستہ چونکہ نسبتاً صاف بھی تھا، اس لیے میں شیر پر بھی اچھی طرح نگاہ رکھ سکتا تھا۔

میں نے چلنے کے ارادے سے قدم اٹھایا ہی تھا کہ ببر شیر بھی اٹھ بیٹھا اور اس نے میری پیروی شروع کر دی۔ میں نے دوڑنے کی کوشش کی لیکن جب اس نے بھی نپے تلے انداز میں میرے پیچھے لمبی لمبی چھلانگیں لگانا شروع کر دیں تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ دوڑنا کسی بھی حالت میں مناسب نہیں رہے گا۔

میں رک گیا اور ایک بار پھر اس کا نشانہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اب کی بار وہ اس طرح لیٹ گیا تھا کہ اس پر کوئی کاری نشانہ لگانا پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہو گیا تھا۔ کچھ دیر انتظار کے باوجود جب کسی طرح کی حرکت کے آثار نظر نہیں آئے اور صاف معلوم ہوا کہ وہ اطمینان سے لیٹ گیا ہے تو ایک بار پھر میں نے چلنا شروع کر دیا۔ شیر پھر کھڑا ہو گیا اور پہلے کی طرح تعاقب کرنے لگا۔

اس طرح کئی بار ہوا ہر بار جب میں رکتا تو وہ بھی لیٹ جاتا اور میں چلتا تو وہ بھی چلنے لگتا۔ البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ وہ ایک خاص اندازے کے مطابق قدم بڑھاتا تھا۔ اس لیے جب ہم بھی رُکتے تو ہر بار دونوں کا درمیانی فاصلہ پہلے کی بہ نسبت تھوڑا بہت کم ضرور ہو جاتا۔ اور اب تو کچھ دیر سے اس نے یہ سرِ مو احتیاط بھی شروع کر دی تھی کہ جیسے ہی وہ مجھے رکتا ہوا دیکھتا تو فوراً اس طرح زمین سے چپک کر لیٹ جاتا کہ مشکل سے ہی اس کے جسم کا کوئی حصّہ دکھائی دیتا۔

میرے اور پہاڑی ببر شیر کے درمیان اب کوئی سو فیٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا اس کا وہ پُرعزم اور سنگ دلانا تعاقب میرے اعصاب کو بے قابو کیے دے

www.taemeernews.com

رہا تھا اور جب میں کسی اندھیری جگہ سے گزرتا تو اچانک حملہ کر دینے کا ڈر مجھے بری طرح خوفزدہ کر دیتا۔ میں شست لینے والی مکھی تو خیر پہلے سے ہی نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ لیکن اب مجھے ڈر ہوا کہ اعصاب کی یہ ہیجانی کیفیت کہیں مجھے بالکل ہی ناکارہ نہ بنا دے اور میں رائفل کو اچھی طرح پکڑنے سے بھی محروم ہو جاؤں۔ شیر اب اتنا قریب آچکا تھا کہ میں اسکی ہلتی ہوئی دُم صاف دیکھ سکتا تھا۔ اس کے کھنچے ہوئے ہونٹ اور ننگے دانت اس بات کی صاف علامتیں تھیں کہ وہ بہر صورت اپنا مقصد پورا کرنے کا پکا ارادہ کر چکا ہے۔

ہر بار مجھے جب بھی کسی سایہ دار جگہ سے گزرنا پڑتا۔ تو ڈر کے مارے میرے رونگٹے تک کھڑے ہو جاتے اور ایڑی سے چوٹی تک ایک ٹھنڈی لہر سی دوڑ جاتی میرے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے تھے۔ اس لیے میں نے اسے مارنے کی کوشش کرنے کا خیال تک چھوڑ دیا تھا۔ اب میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ میں اس درندے کو اس وقت تک اپنے پاس آنے سے روکنے کی کوشش جاری رکھوں، جب تک میں اپنی کوٹھری تک نہ پہنچ جاؤں۔ کوٹھری کا خیال آتے ہی میں نے پلٹ کر دیکھا مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آیا۔ کیونکہ میرا پیارا "ہیڈ کوارٹر" وہاں سے اب بہت زیادہ دور نہیں رہ گیا تھا۔

کوٹھری سے کوئی چار سو گز سے بھی کم فاصلے پر اونچی پہاڑیوں کا وہ سلسلہ ختم ہو جاتا تھا جن کے سہارے میں اب تک چلتا رہا تھا۔ جب میں آخری پہاڑی سے گزر کر بس تھوڑا سا ہی آگے بڑھا تھا تو شیر نے کچھ لمبے لمبے ڈگ بھر کر درمیانی فاصلہ ایک اتنا کم کر دیا کہ وہ تیس چالیس فیٹ سے زیادہ دور نہ رہ گیا۔

میں اس کا سامنا کرنے کے لیے ایک دم مڑ گیا۔ اس وقت میری پشت کوٹھری کی طرف تھی، جیسے ہی میں نے اس کی طرف منہ کیا تو وہ ایک سیکنڈ کے لیے

www.taemeernews.com

جھکا لیکن پھر فوراً ہی کمر کو جھکا کے، ہلکے ہلکے دم کی نوک ہلاتا تعاقب کرنے والے اسی خوفناک انداز میں اس نے پھر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی بڑا سانپ زمین پر پھسل رہا ہو۔ اس وقت اس کی آنکھوں کی چمک بھی اور زیادہ بڑھ گئی تھی اور وہ بالکل آگ کی طرح دہکتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرا خون نسوں میں جم گیا ہے۔ میں ڈر کی وجہ سے یا پھر ان آنکھوں کے سحر کی وجہ سے اس طرح لرز رہا تھا کہ میرا کھڑا ہونا بھی مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ حملہ آور لمحہ بہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے تو میں نے وہاں سے بھاگ جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ بھاگتے ہوئے میں گردن گھما گھما کر پیچھے کی طرف بھی دیکھتا جاتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھاگتا ہی رہ جاؤں اور وہ موذی اچانک مجھے آ دبوچے۔ میں بس چند قدم ہی دوڑ سکا لیکن میرے ان چند قدموں کے مقابلے میں شیر نے صرف دو لمبی لمبی زقندیں بھریں اور اس سے کہیں زیادہ فاصلہ طے کر لیا جتنا میں نے کیا تھا۔ بہر شیر تیسری اور آخری فیصلہ کن جست لینے کے ارادے سے اپنے اگلے پنجوں پر جھکا ہی تھا کہ میں پھر رک گیا اور تیزی سے گھوم کر اس سے ٹکر لینے کے لیے تیار ہو گیا۔ اور ٹھیک اسی وقت میں نے دیکھا کہ لمبے لمبے ناخون نکالے ہوئے اس کے اگلے پنجے ہوا میں معلق ہو چکے ہیں ——— مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے میرے سر میں کاٹ کھایا ہے اور میرا دماغ بالکل بے حس اور سُن ہو کر رہ گیا ہے ——— میں نے دیکھا کہ میں اپنی کوٹھری کے فرش پر پڑا ہوں اور جون انڈریوز ایک ٹین کے ڈبے سے میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے دے رہے ہیں۔ میرے دوسرے ساتھی بھی میرے اوپر جھکے ہوئے ہیں۔ جن میں سے کوئی تو میرے ہاتھوں کو ہلا ہلا کر دیکھ رہا ہے۔ تو کوئی پیروں کے تلوؤں کو سہلا رہا ہے۔ جوں ہی میرے ہوش و حواس درست

www.taemeernews.com

ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا۔

"بات کیا ہے ؟"

"وہی تو ہم تم سے جاننا چاہتے ہیں" جون انڈریوز نے کہا "ہم نے تمھاری چیخ سنی اور اسی وقت رائفل بھی چلنے کی آواز آئی۔ ہم سب ہڑبڑا کر دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔ جم ابھی دروازے کی کنڈی کھول ہی رہا تھا کہ تم ایک دم دروازے سے پھٹ پڑے جیسے تم خود نہیں آئے بلکہ کسی توپ کے دہانے سے پھینکے گئے ہو۔ تم نے اتنی زور سے دروازے میں ٹکر ماری کہ اس کے کنڈے تک ہل گئے تم نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا اور پھر بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آخر یہ کیسا ہنگامہ تھا ؟ کون سی مصیبت ٹوٹ پڑی تھی ؟"

میں نے انھیں بتایا کہ ایک پہاڑی ببر شیر میرے پیچھے لگ گیا تھا۔ اس نے کیا کیا حرکتیں کیں اور کس طرح میرے اوپر حملہ کیا۔ یہ سب سننے کے بعد وہ دنگ رہ گئے۔ وہ سب سوچ سوچ کر حیران ہو رہے تھے کہ آخر کس طرح ببر شیر نے مجھ سے بچ نکلنے دیا اور میں بچ کر یہاں تک آگیا۔ لیکن اس کے باوجود اس وقت صحیح صورتِ حال جاننے کے لیے کسی نے بھولے سے بھی باہر جا کر دیکھنے کی بات نہ کی۔

دوسرے دن صبح کو ہم سب اس جگہ گئے جہاں میں نے آخری بار شیر کو جست لگاتے ہوئے دیکھا تھا کوٹھری سے صرف پچیس فیٹ کی دوری پر شیر ہمیں مل گیا۔ وہ راستے کے بیچوں بیچ پڑا تھا بالکل پتھر کی طرح بے حس۔ میری رائفل بھی اسی کے پاس پڑی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ آخری بار میں اسی جگہ رک کر کھڑا ہوا تھا۔

راستے کی نرم زمین ہمارے سامنے ایک صاف نقشۂ بساط پیش کر رہی تھی کہ رات یہاں کیسی بازی کھیلی گئی اور کون کون سے مہروں نے کیسی کیسی چال چلی

www.taemeernews.com

ہمارے پیروں کے نقوش سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ میں کہاں کھڑا ہوا، کہاں سے شیر نے آخری جست لی اور پھر مجھ سے ایک فیٹ کے فاصلے پر کہاں وہ آکر گرا۔ صاف ظاہر تھا کہ میں نے لاشعوری طور پر ببر شیر پر اس وقت فائر کر دیا تھا جب وہ ہوا میں معلق ہو چکا تھا اور یقیناً میری گولی کھا کر ہی اس کی جست میں فرق آیا اور وہ بجائے میرے اوپر آنے کے مجھ سے ایک قدم آگے جا گرا۔

میری رائفل بھی وہیں پڑی تھی جہاں میں آخری بار کھڑا ہوا تھا۔ رائفل کس طرح گری یا خود میں نے ہی اسے پھینک دیا۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ یاد نہ تھا۔ میرے پیروں کے نشانوں نے یہ بھی بتایا کہ میں تڑپتے ہوئے ببر شیر کو پھلانگ کر ہی اپنی کوٹھری کی طرح بھاگا تھا۔ جب ہم نو فیٹ سے اونچے لمبے اس پہاڑی ببر شیر کی کھال اتارنے لگے تو ہمیں پتہ چلا کہ رائفل کی گولی اس کے سینے میں لگی تھی جو دل کو پاش پاش کرتی ہوئی دوسری طرف کمر سے پار ہو گئی تھی

www.taemeernews.com

شیر نے گرّایا

یہ جملہ تو آپ نے سُنا ہی ہوگا کہ اتنا گدگدایا اتنا گدگدایا کہ ہنستے ہنستے بے دم ہوگیا۔ اس جملے سے ذہن پر یہ اثر پڑتا ہے کہ کسی نے دلچسپی کی خاطر یا ہنسی مذاق میں کسی کے اتنی زیادہ گدگدیاں کیں کہ اُسے بہت زیادہ اور بہت دیر تک ہنسنا پڑا۔ کچھ دن ہوئے مجھے بھی ان گدگدیوں سے سابقہ پڑ چکا ہے۔ لیکن میرا تجربہ اس کے بالکل مختلف اور اپنی نوعیت کا واحد تجربہ تھا۔ ان گدگدیوں نے جو دلچسپی کے شغل کے برعکس کسی اور ہی جذبے کے تحت کی گئی تھیں، بس یوں سمجھئے کہ میری جان ہی نہ نکلی ورنہ انھوں نے تو مارنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

گرمیوں کے دن تھے اور جب میں تپتی ہوئی دوپہر میں، ڈبروگڑھ (آسام) سے کچھ فاصلے پر ایک چائے کے باغ میں پہنچا تو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے آسمان سے آگ برس رہی ہے۔ اپنے دوست کارلسن کی رہایش گاہ پر پہنچنے کے بعد جو وہاں چائے کمپنی کے منیجر تھے، جب مجھے معلوم ہوا کہ میں کسی "خانگی بحران" کی وجہ سے اُن کے ہاں نہ ٹھہر سکوں گا۔ اور اس گرمی میں ابھی ایک دوسرے بنگلے تک مجھے چلنا پڑے گا۔ تو مجھے یہ سن کر کچھ زیادہ خوشی نہ ہوئی۔ کارلسن کے ہاں وہ "خانگی بحران" جینٹیوں کے ایک بڑے دل کی وجہ سے پیدا ہوگیا تھا جس نے اس کے مہمان خانے پر قبضۂ غاصبانہ کر لیا تھا اور اس کے فرش پر جا بجا سوراخ بنا لیے تھے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک کو اپنے اپنے گھر دل

www.taemeernews.com

تک جانے کے لیے راستہ لینے کا حق حاصل ہے جس سے کسی کو بھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔ چیونٹیاں بھی اپنے اس حق کا فراخدلی سے استعمال کر رہی تھیں اور کمرے میں کوئی جگہ ان سے بچی ہوئی نہ تھی۔ اس لیے جب "ایک دوسرے بنگلے میں جو کارسن کے نائب کے پاس تھا، میرے ٹھہرنے اور سونے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔

یہ دونوں بنگلے ایک دوسرے سے صرف چند سو گز کے فاصلے پر ہی تھے لیکن ان میں سے چھوٹا بنگلہ جو نائب کی تحویل میں تھا، چائے تیار کرنے والی فیکٹری کی عمارت کے بالکل دوسرے کنارے پر واقع تھا اور درمیان میں گھنے پیڑوں کی ایک لمبی پٹی کی آڑ ہو جانے کی وجہ سے وہاں سے وہ بالکل نظر نہ آتا تھا۔

ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہم قیلولہ کے لیے نہیں اٹھے اور کھانے کی میز پر ہی بیٹھے بیٹھے ہم اس خبر کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جو اسی دن ہم تک پہنچی تھی۔ خبر کے مطابق ہمارے کھیتوں سے ملی ہوئی دوسری چائے کمپنی کی ریاست سے کوئی آدم خور شیر آگیا تھا جس نے ایک مقامی عورت کا خون کر دیا تھا۔ یوں تو آس پاس کے جنگلوں میں دوسرے جانوروں کے علاوہ شیر پہلے سے ہی تھے لیکن کوئی آدم خور شیر اس ضلع میں برسوں کے بعد نمودار ہوا تھا۔ عورت کے مارے جانے کی خبر ملتے ہی قلیوں اور چائے مزدوروں میں بڑی خوف و حراس پھیل گیا اور وہ کھیتوں میں جا کر اس وقت تک کام کرنے سے انکار کرنے لگے جب تک کہ شیر کو ٹھکانے نہ لگا دیا جائے۔

ہم نے طے کیا کہ اس وقت تو ہم آرام کریں اور تیسرے پہر کو جب گرمی کچھ کم ہو جائے تو کارسٹر کے پاس جو دوسری ریاست کا منیجر تھا، جا کر اس آدم خور شیر کو مارنے کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کریں۔ دورانِ گفتگو ہمیں

www.taemeernews.com

یہ بھی خیال آیا کہ ممکن ہے کارٹر نے خود بھی شیر کو مارنے کی تیاریاں شروع کر دی ہوں اور ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی مچان وغیرہ بندھوانے کا انتظام کر لیا ہو۔ ہم نے سوچا اگر اس نے ایسا کیا تو اور بھی اچھا ہے۔ ہمیں بغیر کسی زحمت کے اس کے ساتھ کھیل میں شریک ہونے کا موقع مل جائے گا۔

پروگرام کے مطابق کچھ دیر آرام کرنے کے خیال سے جب میں اپنی قیام گاہ کی طرف چلنے لگا تو میں نے کارلسن سے پوچھا کہ اس وقت بنگلے تک بغیر بندوق کے جانے میں کوئی اندیشے کی بات تو نہیں ہے۔ میں نے شبہ ظاہر کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیر اسی طرف آنکلا ہو اور مجھ نہتے سے اس کی مٹھ بھیڑ ہو جائے۔ جواب میں کارلسن نے مجھے تسلی دیتے ہوئے سمجھایا کہ بھلا یہاں کیسا خطرہ! اس نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے شیر واردات کرنے کے بعد اس ضلع سے ہی چلا گیا ہو اور اگر نہ بھی گیا ہو تو اس کا امکان نہیں ہے کہ جنگل کی ٹھنڈی چھاؤں چھوڑ کر وہ اتنی سخت گرمی میں باہر گھومنے کے لیے نکل پڑے۔

کارلسن کی تسلیوں اور یقین دہانیوں کے بعد میں نہتا ہی وہاں سے رخصت ہو گیا اور گھنے جنگل والی پگڈنڈی سے ہوتا ہوا اپنے بنگلے کی طرف چل پڑا۔ اس وقت تیز دھوپ ہونے کے باوجود گھنے پیڑوں کی وجہ سے پتلی پگڈنڈی پر اندھیرا چھایا ہوا تھا اور وہاں اتنی زیادہ گھٹن تھی کہ مجھے سانس لینے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔

گھنے پیڑوں کی پٹی پار کرنے کے بعد میں کھلے علاقے میں داخل ہوا ہی تھا کہ مجھے اپنی بائیں طرف کوئی تیس گز کے فاصلے پر جہاں جوار کے زیر کاشت کھیت تھے، کچھ حرکت سی محسوس ہوئی۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا لیکن میں نے صبح وہیں جانے کے لیے وہاں زیادہ رکنا مناسب نہ سمجھا اور فوراً ہی

www.taemeernews.com

مضطربانہ انداز میں جلدی جلدی آگے قدم بڑھانا شروع کر دیئے۔ میں نے سوچا کہ وہاں چاہے کچھ ہو یا نہ ہو لیکن مجھے اس وقت سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے ویسے بھی اتفاق کی بات کہ اس دن میں ہیٹ لگا کر نہیں آیا تھا اور میں ڈر رہا تھا کہ کہیں لو نہ لگ جائے یا سورج کی تیز گرمی کی وجہ سے مجھے بخار ہی نہ آجائے۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ میں ابھی مرکزی فیکٹری کے دروازے کے مقابل ہی پہنچا تھا کہ میری نگاہ شیر پر پڑ گئی۔

شیر جنگلے کی طرف جانے والے راستے کے پاس ایک ایسی جگہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ جہاں میں بس ایک آدھ منٹ میں پہنچ جاتا۔ ظاہر ہے جگہ کا یہ انتخاب اس نے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ کیونکہ وہاں آس پاس نہ تو کوئی پیڑ ہی تھا اور نہ ہی چھپنے کی کوئی اور جگہ۔

شیر پر نگاہ پڑتے ہی مجھے سکتہ سا ہو گیا اور میں گم سم کھڑا اس کی طرف دیکھنے لگا۔ میرے دیکھتے دیکھتے اس نے اپنا بدن ڈھکایا اور ایک پالتو بلی کی طرح، جس طرح وہ اپنے شکار پر جھپٹنے سے پہلے اپنے جسم کو کر لیتی ہے، شیر سمٹ سمٹا کر پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی دم زمین سے اوپر اٹھا رکھی ہے اور اس کی نوک ادھر ادھر حرکت کر رہی ہے۔

بڑی کش مکش اور امید و بیم کے عالم میں، میں نے بغیر گردن ہلائے اپنی دائیں سمت فیکٹری کے گیٹ کی طرح نگاہیں گھمانا شروع کیں جو وہاں سے صرف چند گز کے فاصلے پر ہی تھا۔ میری مایوسی کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ اس میں بڑا سا تالا لٹک رہا ہے اور اسی لمحہ مجھے یاد آیا کہ آج تو کسی تہوار کی وجہ سے چھٹی ہے اور اس لیے دور دور تک کسی کی موجودگی کا امکان نہیں ہے۔

www.taemeernews.com

جب آس پاس بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں ایک دم مڑا اور تیزی سے اس طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ جس طرف سے میں چل کر یہاں تک آیا تھا۔ حالانکہ میں سمجھ رہا تھا کہ فرار ہونے کی کوشش سعی رائگاں ہی ثابت ہوگی لیکن اس وقت اس کے سوا اور چارا ہی کیا تھا۔ میں ابھی دو چار قدم ہی بھاگا ہوں گا کہ میری نظر ایک پرانے بوائلر (Boiler) پر پڑی جو فیکٹری کی دیوار سے لگا ہوا پڑا تھا۔ نئی مشینیں لگ جانے کے بعد چونکہ اس کی ضرورت نہ رہی تھی اس لیے فیکٹری والوں نے اسے ناکارہ سمجھ کر باہر ڈلوا دیا تھا۔ حالانکہ بوائلر کے منھ پر ڈھکن نہیں تھا، لیکن پھر بھی وہ مجھے چھپنے کی بہترین جگہ معلوم ہوئی اور اس وقت جان بچانے کی صرف یہی ترکیب سمجھ میں آئی کہ میں بغیر مزید وقت برباد کیے کسی نہ کسی طرح فوراً اس کے اندر داخل ہو جاؤں۔ بوائلر کا منھ جس کا قطر ایک یا سوا فیٹ کے لگ بھگ تھا، زمین سے ملا ہوا تھا لیکن اتنا راستہ باقی تھا کہ میں سمٹ سمٹا کر اس کے اندر جا سکوں۔

میں ایک ہی پھلانگ میں بوائلر کے پاس پہنچ گیا اور تقریباً اپنے آپ کو گراتے ہوئے جلدی سے زمین پر لیٹ گیا اور جان پر کھیل کر اپنا سر اور کندھے بوائلر کے اندر داخل کر دیئے۔ میں اندر کی طرف گھسنے کی کوشش کرنے لگا اور ابھی میرا آدھا جسم بوائلر کے باہر ہی تھا کہ میرے پیر میں درد کی ایک ٹیس اٹھی۔ میں سمجھا کہ شیر میرے اوپر آگیا ہے میں نے ڈر اور گھبراہٹ کے ملے جلے جذبے کے ساتھ اپنے ہاتھوں پر پورا زور لگا دیا اور بہ ہزار وقت کسی نہ کسی طرح اپنا بقیہ جسم بھی بوائلر کے اندر کر لیا۔

بوائلر کوئی آرام دہ جگہ ثابت نہ ہوئی۔ اس کے اندر اتنی کم گنجائش تھی کہ میں اس کے منھ سے دور رہنے کی کوشش میں بڑی مشکل سے

www.taemeernews.com

اس طرح کھڑا ہو سکا کہ میرا ایک ہاتھ اور ایک پیر بوائلر کی ایک طرف تھا تو دوسرا ہاتھ اور دوسرا پیر دوسری طرف۔ کمر دیوار سے چپک رہی تھی اور میری گردن اتنی جھک گئی تھی کہ وہ بالکل گھٹنوں کی سیدھ میں آگئی تھی۔ اس طرح مرغا بننے کے باوجود، میں دل میں شیخی بگھارنے لگا کہ چلو کچھ بھی سہی اس وقت تو میں نے شیر کو چکمہ دے ہی دیا۔

جب سے میں نے شیر کو دیکھا تھا اس وقت سے اب تک ایک منٹ سے بھی کم وقت گزرا تھا اور اس دوران، میں نے بغیر زیادہ غور و خوض کیے ایک دم جو بھی میری سمجھ میں آیا، اس پر عمل کر ڈالا تھا۔ یوں تو وقت اور موقع کے لحاظ سے اس کے علاوہ کچھ اور ممکن تھا بھی نہیں۔ لیکن اب جو غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ حالات امید افزا نہیں ہیں اور میں ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوا ہوں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ بوائلر کے منھ میں اتنی گنجایش ہے کہ جس طرح میں اس کے اندر آگیا ہوں شیر بھی اسی طرح اندر آسکتا ہے۔

فوراً ایک ترکیب سمجھ میں آگئی۔ میں نے اسی حالت میں کھڑے کھڑے بوائلر کے منھ کی طرف اپنے جسم کا دباؤ دینا شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں کہ مجھے کتنا زور لگانا پڑا۔ بہر حال اچانک لوہے کے اس وزنی بوائلر میں حرکت ہوئی اور سخت زمین سے اس کے منھ کے ٹکرانے کی زوردار آواز نے ایک لمحے کے لیے سناٹے کو دور بھگا دیا۔ میری کچھ مزید کوشش اور جد و جہد کے بعد بوائلر کا منھ زمین پر اچھی طرح جم گیا اور اس طرح داخل ہونے کا راستہ پہلے کے مقابلے میں بہت تنگ ہو گیا۔

بوائلر کے اندر سخت گرمی ہو رہی تھی اور میں بڑی مشکل سے وہاں سانس لے پا رہا تھا۔ ایک تو بند جگہ اور پھر اوپر سے رکی ہوئی گرم ہوا، میں ایسا معلوم

www.taemeernews.com

ہوتا تھا کہ اب دم گھٹا اور اب گھٹا۔ میں سوچنے لگا کہ اگر شیر مجھے باہر کھینچ نکالنے میں کامیاب نہ بھی ہوا تو بھی یہ گرم تنور مجھے زندہ نہ چھوڑے گا اور اگر وہ زمین کھود کر ہی اندر آ گیا تو ——— اس خیال نے تو دوسرے تمام خیالوں کو ہی پس پشت ڈال دیا اور مجھے اپنے زندہ رہنے کی ساری امیدیں خاک میں ملتی ہوئی نظر آنے لگیں۔

مجھے یقین تھا کہ وہ خونی درندہ ضرور ہی میرے پیچھے پیچھے وہاں آ جائے گا۔ اس لیے میں اس کی آہٹ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ شیر کا انتظار چند سیکنڈ سے زیادہ نہ کیا ہوگا لیکن مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس طرح بوائلر میں کھڑے کھڑے صدیاں بیت گئی ہیں۔ اس وقت سوائے میرے اکھڑتے سانسوں کے وہاں دور دور تک کسی قسم کی آواز نہ تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ شیر شاید ابھی قریب نہیں آیا ہے۔

بوائلر کی دیواریں سورج کی گرمی کی وجہ سے تپ رہی تھیں اور میرے جسم کے ان حصوں میں جو ان سے لگ رہے تھے بُری طرح سوزش ہونے لگی تھی۔ اس کے علاوہ ناموزوں حالت میں جھکے جھکے کمر میں بھی درد ہونے لگا تھا۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ ہل جل کر انھیں کچھ آرام پہنچاؤں۔ میں نے اپنا ایک پاؤں ہی ہلایا تھا کہ ایک دم گرم ہوا کا بھبکا آیا اور پورا بوائلر ایک عجیب قسم کی بدبو سے بھر گیا۔ حالانکہ نہ میں نے کوئی آہٹ سنی تھی اور نہ ہی کوئی آواز، لیکن وہ مخصوص بو اس خونی درندے کی موجودگی کا پتہ بتانے کے لیے کافی تھی۔ میرے پھیپھڑے تو پہلے ہی تازہ اور صاف ہوا کے لیے بے چین ہو رہے تھے اور اس بدبو نے تو ساری رہی سہی کسر پوری کر دی اور مجھے محسوس ہوا کہ میرے دم گھٹ کر مر جانے میں اب زیادہ دیر نہیں رہ گئی ہے۔

www.taemeernews.com

میرے سر سے دو فیٹ سے بھی کم فاصلے پر شیر پہلے غرّایا اس کے بعد اس نے ایک گونجدار آواز نکالی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے سر اور شیر کے منھ کے درمیان بوائلر کی لوہے کی دیوار حائل نہیں ہے بلکہ میرے کانوں کے پردوں سے براہ راست اس کی آواز ٹکرائی ہے۔ میرے سانسوں کی آواز بے ترتیب ہونے لگی اور انکی گھٹی گھٹی آوازوں نے شیر کو مشتعل کر دیا۔ ایک لمحہ بعد ہی بوائلر کو سخت جھٹکا لگا اور میرا سر لوہے کی پرت سے زور سے ٹکرا گیا۔ بوائلر پر شاید شیر نے پنجہ آزمایا تھا۔ بوائلر ہلا ضرور لیکن پھر اسی جگہ جم گیا جہاں میں نے اسے جما دیا تھا۔ یہ سارا ہنگامہ بس ایک سیکنڈ میں ہی ہو گیا۔

ایک بار پھر کافی دیر تک کچھ نہ ہوا۔ میری گردن اور کمر بُری طرح دُکھنے لگی تھی اور ان کی تکلیف اب ناقابلِ برداشت ہونے لگی تھی۔ میں تھوڑا سا ہلا لیکن فوراً ہی مجھے پھر اپنی پہلی حالت میں کھڑا ہو جانا پڑا کیونکہ بوائلر کے منھ میں مجھے شیر کا پنجہ دکھائی دے گیا تھا۔ بہت آہستہ آہستہ اور استادانہ کمال کے ساتھ پنجہ بوائلر کے گول سوراخ میں گھمایا گیا اور جیسے ہی وہ میرے چہرے کے ٹھیک سامنے آیا تو میرے پسینے کی ایک بوند اس پر جا گری۔ پنجہ اسی طرح آہستگی سے واپس کر لیا گیا، لیکن زیادہ دیر کے لیے نہیں۔ پنجہ پھر ظاہر ہوا۔ لیکن اس بار وہ پہلے کے مقابلے میں کئی انچ زیادہ اندر تک آ رہا تھا۔ اور جب وہ اب بھی میرے جسم کے کسی حصے کو پکڑنے میں ناکام رہا تو مجھے اس کی غصیلی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ناکامی کی کراہیں سنائی دیں۔

ذرا دیر کے لیے بوائلر میں تھوڑی سی روشنی آئی لیکن پھر فوراً غائب بھی ہو گئی اور ایک بار پھر شیر کے تعفن سے میرا دماغ اڑنے لگا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ شیر کروٹ کے بل اس طرح بوائلر کے منھ کے ساتھ چپک کر لیٹ گیا ہے کہ وہ اس

www.taemeernews.com

طرح زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک اپنا پنجہ اندر گھما سکے۔ اس نئے انکشاف نے میرے ڈر اور گھبراہٹ، دونوں کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا۔ جس طرح مچھلی پکڑنے کے کانٹے سے مچھلی باہر نکال لی جاتی ہے، بالکل اسی طرح مجھے بھی باہر کھینچ نکالنے کے لیے شیر نے اپنی طرف سے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔

شیر کے پنجے کی پشت مجھے اپنی ٹانگ سے لگتی ہوئی معلوم ہوئی اور میں اپنے حسرت ناک انجام کے خوف سے بری طرح کانپنے لگا۔ اس وقت شیر کا پنجہ اس طرح لگ رہا تھا جیسے کوئی ہلکے ہلکے برش پھیر رہا ہو۔ ایک سیکنڈ کے بعد ہی میرے نیکر کی ایک دھجی الگ کر دی گئی اور فوراً ہی اسے سوراخ کے ذریعے باہر نکال لیا گیا۔

بوائلر میں ایک بار پھر پہلے کی طرح روشنی ہوئی لیکن جلدی ہی پھر اندھیرا ہو گیا۔ ٹٹولتے ہوئے پنجے نے میری ٹانگ سے پھر رگڑ کھائی اور اپنے لمبے لمبے ناخن اور آگے بڑھا دیئے۔ ناخن قمیض تک پہنچ گئے اور پلک جھپکتے ہی اس کا ایک بڑا حصہ پھاڑ کر پہلے کی طرح باہر کھینچ لیا گیا ——— پھر وہی غراہٹ اور کپڑے کو چیرنے پھاڑنے کی آوازیں ——— جب وہ پھٹی ہوئی قمیض پر اپنا غصہ اتار رہا تھا تو اس کی آوازوں سے پتہ چلا کہ وہ بوائلر سے کچھ دور ہٹ گیا ہے۔

قمیض پھٹ جانے کے بعد میری کمر تقریباً ننگی ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود پنجے سے باہر گھسیٹ لیے جانے کے ڈر کی وجہ سے میں نے اپنی تکلیف کی کوئی پرواہ نہ کی اور پہلے کی طرح لوہے کی گرم دیوار سے اپنا جسم پوری طرح چپکائے رکھا اور ایک بار پھر جیسے ہی شیر نے اپنا جسم اپنی طرح بوائلر کے منھ سے بھڑا کر اپنا پنجہ اندر گھمایا تو وہ میری ٹانگ اور پیٹ سے لگتا ہوا چلا گیا۔ پنجے کے اس طرح ہلکے ہلکے لگنے سے مجھے ایک عجیب قسم کی گدگدی کا احساس ہوا

www.taemeernews.com

میں اتنا ڈر گیا تھا کہ شروع شروع تو میں اندازہ ہی نہ لگا سکا کہ شیر بھلے ہی اس طرح گدگدیاں کرتا رہے لیکن وہ اپنا پنجہ اور آگے نہیں بڑھا سکتا۔ لیکن جیسے جیسے شیر کی تلاش کا سلسلہ جاری رہا اور اس کے پنجے کے نیچے چھوٹے چھوٹے سخت بال میرے جسم کو چھوتے رہے تو یہی گدگدیاں جسے میں نے زیادہ اہمیت نہ دی تھی، اب وبالِ جان معلوم ہونے لگیں۔

یہ اذیت ناک کیفیت کب تک جاری رہی اس کا صحیح اندازہ میں نہیں لگا سکتا۔ میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ شیر کبھی واپس کروٹ سے لیٹ کر میرے دائیں طرف گدگدیاں کرتا اور کبھی دوسری کروٹ بدل کر دیکھتا اور میرا بایاں پہلو تختۂ مشق بننا شروع ہو جاتا۔ وہ بار بار دونوں کروٹوں کے بل لیٹ کر مجھے باہر کھینچ نکالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس کا ہاتھ اس حد تک آگے نہ بڑھ پایا کہ وہ اپنے پنجے میرے جسم میں گاڑ سکے۔ البتہ کبھی کبھی اس کے ناخن بھی میری کھال سے ضرور مِل جاتے لیکن وہ مجھے گدگدانے کے علاوہ کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

میں سمجھ گیا کہ اب خاتمہ قریب ہے۔ ظاہر ہے میں اب زیادہ دیر اس طرح جھکے جھکے لوہے کی گرم پرت سے چپکا کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ سارے جسم میں اینٹھن اور درد اور پھر ان سب سے بالاتر موذی گدگدیوں نے جو پاگل بنائے دے رہی تھیں۔ مجھے بالکل ہی کمزور بنا دیا تھا۔ میرے قویٰ پوری طرح مضمحل ہو چکے تھے اور اوپر اٹھے میرے بازو بالکل شل ہو کے رہ گئے تھے۔ بالآخر خون کے دباؤ کی وجہ سے ان پر میرا قابو نہ رہا اور میرا ایک ہاتھ خود بخود نیچے لٹک ہی گیا۔ میرے ہاتھ نے شیر کے پنجے کو محسوس تو کیا لیکن اس سے قبل کہ میں اوپر اٹھا کر اس کی دسترس سے بچاتا، شیر کے پنجے نے بجلی کی سی تیزی

www.taemeernews.com

سے کہنی سے کلائی تک ایک لمبا شگاف ڈال دیا اور جھٹکے کے ساتھ اپنا پنجہ باہر کھینچ لیا۔ خون کی خوشبو یا شاید اس کا مزہ چکھ لینے کے بعد اب وہ بالکل دیوانگی پر اتر آیا اور اس نے مجھے حاصل کرنے کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں اور بے انتہا جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے لگا اور اس کی ہلکی ہلکی غراہٹ یا ناکامی کی کراہوں نے بہت جلد دھاڑوں کا روپ اختیار کر لیا۔

مجھے محسوس ہوا کہ میں اب اپنے آپ کو اور زیادہ دیر تک نہیں سنبھال سکوں گا۔ اب خاتمہ یقینی تھا۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے اپنی پچھلی زندگی کی کوئی تصویر نہیں آئی بلکہ آنکھیں اس وقت جو بھی تصویر بنا رہی تھیں، وہ صرف ایک بھوکے آدم خور شیر کی تصویر تھی جو زمین پر پڑی کسی چیز کو پھاڑ رہا ہے اور وہ "چیز" ظاہر ہے میرے علاوہ بھلا اور کیا ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے اور جسم پر قابو رکھنے کی ایک آخری کوشش کی۔ میں کوشش کرنے لگا کہ ذہن سے اس سکڑوہ تصویر کو جھٹک دوں اور ابھی ہی نہ چھوڑوں ——— ——— کہ اتنے میں مجھے کارلسن کی بہت صاف آواز سنائی دی:-

"سنبھلو دوست! اب خطرہ ٹل گیا ہے۔"

میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ کارلسن میرے اوپر جھکا ہوا تھا اور اس کی بیوی اس کے پاس کھڑی تھی۔ میں کافی دیر تک اسی طرح آنکھیں کھولے کھولے بے حس و حرکت پڑا انہیں ٹک ٹک دیکھتا رہا جیسے مجھے کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔

مجھے اپنے جسم کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی، پھر بھی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے جسم کا عضو عضو یا تو الگ ہو گیا ہے یا ان میں جان باقی نہیں رہی ہے۔ مجھے اپنے پورے بدن میں آگ سی لگتی ہوئی معلوم ہوئی

www.taemeernews.com

اٹھکر تو بالکل ایسی محسوس ہوئی جیسے وہ ٹوٹ ہی گئی ہے۔ میں اپنی ٹانگیں بھی نہیں ہلا پا رہا تھا۔ کارلسن شاید میری تکلیف اور احساسات کو بھانپ گیا، جب ہی تو اس نے ہنستے ہوئے خوش مذاقی سے کہا کہ "خطرے کی کوئی بات نہیں ہے تم جلدی ہی اچھے ہو جاؤ گے، بلکہ پہلے سے بھی اچھے، بالکل ایک جوان پٹھے کی طرح۔ تم واقعی بڑے خوش نصیب ہو کہ اس وقت زندہ ہو۔"

میں نے ہمت کر کے اپنے جسم کی طرف دیکھا تو پتہ چلا کہ میری کھال جھلس کر لال ہو گئی ہے اور جگہ جگہ ہلکے ہلکے کھرنچوں کے نشان بھی پڑے ہوئے ہیں میرا ایک ہاتھ البتہ بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس لیے کارلسن کی بیوی نے فوراً اس پر کپڑا باندھ دیا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کارلسن نے اٹھنے نہ دیا اور کہا "ابھی کچھ دیر اور لیٹے رہو، اتنے میں تمھیں بتاتا ہوں کہ کیا ہوا اور تم وہاں کیونکر پہنچا۔"

اب چاہے کوئی ہنسے یا برا مانے لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ میری زندگی صرف کارلسن کی پیٹ کی خرابی یا بدہضمی کی وجہ سے ہی بچی، کسی اور وجہ سے نہیں۔ ہوا یہ کہ جب میں کارلسن سے رخصت ہوا تو وہ کھانا ہضم کرنے کے ارادے سے بستر پر جا لیٹا لیٹتے ہی اسے بے چینی سی ہوئی اور کسی طرح نیند نہ آئی بالآخر اس کے منتشر خیالات نے اسے ڈرانا شروع کر دیا کہ اس نے مجھے بغیر بندوق کے چلے جانے کا مشورہ دے کر بیوقوفی کا ثبوت دیا ہے۔ آخر اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے طے کیا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے جائے اور جب یہ دیکھ لے کہ میں اپنے بنگلے پر محفوظ پہنچ گیا ہوں تب واپس آ جائے۔ وہ دونوں جب گھر سے نکلے تو انھیں شیر کے غرانے اور گرجنے کی آوازیں سنائی دیں۔ جب وہ کچھ اور آگے بڑھے تو انھوں نے دیکھا کہ شیر بوا کر کے پاس

www.taemeernews.com

پنجوں سے گڑھا کھودنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ کارسن طے کرتا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں، شیر کی نگاہ کارسن پر پڑ گئی۔ تو شیر ایک دم اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کہ وہ چوری کرتا ہوا پکڑا لیا گیا ہو اور پھر فوراً ہی جنگل کی طرف۔ بھاگ کر غائب ہو گیا۔ اس وقت شیر کا پیچھا کرنے کا سوال ہی نہ تھا۔ اس لیے اس کی تلاش کا کام کل پر ملتوی کرتے ہوئے وہ میری تلاش میں آگے بڑھا۔ کارسن بوائلر کے پاس ٹھیک اس وقت پہنچا جب میں بے دم ہو کر گر پڑا تھا۔ اور جیسے ہی میں بے دم ہو کر گر پڑا تھا۔ اور جیسے ہی وہ شیر کے پنجوں سے بنائے ہوئے گڑھے کے پاس آ کر کھڑا ہوا تو میرا ایک بازو بوائلر کے دہانے سے باہر نکل آیا۔ بوائلر کو جب دوسری سمت دھکیل کر مجھے باہر نکالا گیا تو اس وقت میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔

اس واقعہ کو برسوں بیت گئے ہیں لیکن اب بھی جب مجھے ان جان لیوا گدگدیوں کا خیال آ جاتا ہے تو میں بے چین ہو اٹھتا ہوں اور پھر گھنٹوں وہ رنج فرسا خیال میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

www.taemeernews.com

دلدل میرے جنگ

مجھے فخر ہے کہ میں ان چند لوگوں میں سے ہوں جو جم رنڈال کو اس دن سے ہی پسند کرتے ہیں جب وہ جنوبی فلپائن کے قصبہ کیڈز کے عمارتی لکڑی تیار کرنے والے کارخانے میں پہلے پہل آیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ کیڈز ان دنوں جم جیسے شریف نوجوان کے لائق جگہ تھی ہی نہیں۔ یہ چھوٹا سا قصبہ جس کے بیشتر مکانات ریت اور کیچڑ سے بنائے گئے تھے۔ سمندر اور دریا کے ڈیلٹا کے درمیان ایسی جگہ آباد تھا جس کے غیر آباد علاقے میں چاروں طرف دلدل ہی دلدل تھی اور جس میں ہزاروں قسم کے حشرات الارض بھرے پڑے تھے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے پیڑوں اور خاص طور سے ان پیڑوں کی تو وہاں بہت ہی بہتات تھی جن کی چھال سے چمڑا رنگنے کا کام لیا جاتا ہے۔ پھر بھلا ایسے ماحول میں کسی نازک مزاج اور نفاست پسند آدمی کا کیا کام۔ یہاں تو کوئی مضبوط دل کا ہی آدمی رہ سکتا ہے جس کی طبیعت میں اُمنگ ہو، اور سینہ جوشیلے جذبات سے معمور ہو۔

اس دن موسم صاف تھا اور ہوا کے نام سے ایک پتا بھی نہیں ہل رہا تھا۔ اس لیے دو مستول والا بھدا جہاز جس پر بھاری سامان بھی لدا ہوا تھا دریا کی تیز دھار کو نہ کاٹ سکا اور مجبوراً اسے دوسرے کنارے پر ہی رُک جانا پڑا کارخانے کے آدمیوں نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو انھیں دل لگی سوجھی۔

www.taemeernews.com

اور انھوں نے ایک بھینس جہاز کے پاس بھجوادی تاکہ نووارد دن کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وہ بھینس پر سوار ہوکر دریا پار کرلیں۔

میرا خیال تھا کہ شاید ہی کوئی اس فلپائن بھینس کی ننگی پیٹھ پر سوار ہونا پسند کرے۔ لیکن ایک نوجوان نے دلیری کا ثبوت دے ہی دیا۔ وہ ایک ہاتھ سے بھینس کا سینگ پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں چھوٹا سا بقچہ سنبھالے، بھینس کے پٹھے پر اس طرح جھکا ہوا کھڑا تھا جیسے سرکس میں کوئی کرتب دکھا رہا ہو۔ وہ سب دیکھنے والوں کے لیے ایک بہترین نظارہ پیش کر رہا تھا اور جب بھینس نے تیز بہتے ہوئے دھار کے چھپاکوں میں ڈبکی لی ہے تو نووارد کو بھی بس مزہ ہی آگیا ہوگا۔ اس وقت بھینس کا رکھوالا فلپائن لڑکا بھی جس نے اپنے ہاتھ میں بھینس کی لمبی ناتھ تھام رکھی تھی، اس نظارے سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور مسخرا اڑانے والی ہنسی ہنستا ہوا کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

بھینس نووارد کو پانی سے تو جیسے تیسے نکال لائی لیکن خشکی میں بھی پیٹھ پر بٹھائے رکھنے میں اسے شاید ہتک محسوس ہوئی اور جیسے ہی وہ کنارے پر پہنچی تو اس نے اچھل کود شروع کردی اور آخر کار اپنے سر کے اوپر سے اسے اچھال ہی کے چھوڑا۔ وہ آہستہ سے اٹھا، اپنی لوہے کی ٹوپی اٹھائی اور اپنی عینک کے شیشوں سے گرد صاف کرنا شروع کردی جیسے اس کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

اس کے سر پر بڑے سائز والے ڈگمگاتے ہوئے خود اور اس کے گیلے کپڑوں نے جو چلتے وقت پنڈلیوں پر پھڑپھڑا رہے تھے اس کی شان کو اور بھی مجروح کرکے رکھ دیا تھا لیکن اس مضحکہ خیز حالت کے باوجود وہ مجموعی طور

www.taemeernews.com

ہر طرح ایک چھوٹا سا بھلا آدمی دکھائی پڑتا تھا۔

کارخانے کے ملازم ہنستے ہوئے ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ ان کے نزدیک یہ بہترین انداز کا خیر مقدم تھا جس میں انتہائی خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا تھا۔ لیکن نووارد خاموش رہا اور اپنے چہرے سے بالکل ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ اس مذاق سے خوش ہوا ہے یا اس نے بُرا مانا ہے۔

یہ نووارد مسٹر جم رینڈال ہی تھے اور جب انھوں نے عالموں کے سے انداز میں اپنا نرم ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھایا تو مجھے ان کی یہ ادا بھا گئی اور میں جب ہی سے انھیں دل سے پسند کرنے لگا۔ لیکن معاً میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ وہ یہاں ان غیر مہذب اور گستاخ لوگوں کے درمیان اس چھوٹی سی بستی میں کس طرح نباہ کر سکیں گے۔ البتہ میرا شمار ان میں اس لیے نہیں تھا کہ میں منیلا سے کچھ دنوں کے لیے صرف اس لیے آیا تھا کہ یہاں رہ کر مگرمچھ اور جنگلی سوروں کا شکار کر سکوں۔

میں نے یہاں آتے ہی پہلے ہی ہفتے میں چند بڑے بڑے مگرمچھ شکار کر لیے تھے۔ اس جزیرے پر واقعی بہت زبردست قسم کے مگرمچھ ہوتے ہیں جو سمندر اور دریا کے تکون ڈیلٹا میں دور دور اور جگہ جگہ گھومتے دکھائی دیتے ہیں، اور خاص طور سے ان نشیبی علاقوں میں جہاں سمندر کی وجہ سے پانی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور جہاں گھنے پیڑوں اور گھاٹوں کے درمیان خطرناک قسم کی دلدلیں ہیں، یہ موذی گھات لگائے پڑے رہتے ہیں۔ اور جو بھی داؤں پہ آجائے تو پھر اُسے نہیں بخشتے۔ بسا اوقات وہاں تیس تیس فیٹ لمبے مگرمچھ تک ہوتے ہیں جن میں سے بعض بعض تو اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ بارہ تیرہ من کے وزنی سانڈ تک کو پانی میں گھسیٹ لے جاتا ہے۔

www.taemeernews.com

وہاں کے مقامی باشندوں کے شکار کا طریقہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگا۔ مگرمچھ کا شکار وہ اس طرح کرتے ہیں کہ اپنی چھوٹی کشتی میں ایک بہت لمبا بانس مضبوطی سے باندھ لیتے ہیں جس کے دوسرے سرے پر ایک کتا اس طرح باندھ دیا جاتا ہے کہ اس کی پچھلی ٹانگیں تو بانس سے بندھی رہیں اور اس کا منہ پانی سے کوئی ایک فیٹ اونچا لٹکتا رہے۔ اس طرح تکلیف دہ حالت میں لٹکنے کی وجہ سے وہ خوفزدہ کتا بڑے دردناک انداز میں زور زور سے چلانا شروع کر دیتا جسے سن سن کر دور دور کے مگرمچھ اپنی ماندوں سے باہر نکل آتے اور اپنے من پسند گوشت کے لالچ میں منہ کھول کر اسے نگلنے کی کوشش کرنے لگتے۔ ایک بار مجھے بھی اس طرح کے شکار میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے لیکن میں بجائے اس کتے والی کشتی پر بیٹھنے کے کچھ فاصلے پر ایک موٹر لانچ میں بیٹھا اور وہیں سے میں نے مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ پر گولی چلائی جو قسمت سے کامیاب رہی۔

کیڈز کے مقیم منیجر کرنل جانس کی مہربانی سے رینڈال کو دفتر محاسبی میں ملازمت مل گئی۔ یوں تو اس نے یہاں سب لوگوں سے گھلنے ملنے کی خود بھی کوشش کی لیکن چونکہ وہ طبعاً حلیم، کم گو اور شرمیلی طبیعت کا مالک تھا اس لیے باوجود کوشش کے وہ ان میں پوری طرح نہ مل سکا۔ وہ اپنی اس عادت کی وجہ سے نئی روشنی اور نئے زمانے سے اس حد تک دور رہا تھا کہ بال روم ڈانس اور آرکسٹرا کے ساز اور دھن کے ساتھ قدم ملانے تک کے فن سے بھی ناواقف تھا۔ اس کے نئے ساتھیوں نے جب اسے برج پہ آزمایا تو اس نے وہاں بھی فاش غلطیاں کیں بلکہ اس حد تک اناڑی پن کا ثبوت دیا کہ وہ صحیح اندازہ سے تاش کے پتے بھی نہ پکڑ سکا۔ وہ شراب بھی نہیں پیتا تھا اسے کبھی سرخ بازی میں بھی شریک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور تعجب تو یہ ہے کہ وہ

www.taemeernews.com

ٹینس تک میں ناکارہ ثابت ہوا۔

رینڈال کو اپنے نزدیک مہذب بنانے کی ایک آخری کوشش کے خیال سے لوگوں نے طے کیا کہ اُسے اس عجیب و غریب کھیل میں بھی آزما کے دیکھا جائے جس میں ان کے خیال کے مطابق دونوں صورتوں میں دلچسپی کا سامان موجود تھا اور خوب دل کھول کر ہنسنے ہنسانے کا موقع ملتا تھا۔ جوشیلے اور سرپھرے نوجوانوں کا اختراع کردہ یہ کھیل، ان کے کہنے کے مطابق طبیعتوں کی انتہائی بیزاری کو دور کرنے کا بہترین طریقہ تھا لیکن یہ کھیل جب ہی کھیلا جاتا تھا۔ جب کرنل جانسن کسی کام سے باہر گئے ہوئے ہوں۔

کرنل جانسن کا مکان بالکل دریا کے کنارے واقع تھا اور دریا میں جس کا پاٹ وہاں کوئی پچاس گز چوڑا تھا، لاتعداد مگرمچھ بھرے پڑے تھے لیکن تھے وہ زیادہ تر چھوٹے چھوٹے اور نسبتاً شریف۔ دس سے بیس فیٹ تک لمبے یہ مگرمچھ پالتو جانوروں کی طرح تیرنے والے کے پیچھے لگ جاتے اور کچھ دور تک پیچھا کرنے کے بعد خاموشی سے واپس لوٹ جاتے لیکن پھر بھی یہ اندیشہ ضرور رہتا تھا کہ اگر وہ بھوکے ہوئے تو پھر ان کی ساری شرافت دھری رہ جائے گی اور وہ اپنی سی کرنے میں کسر نہیں چھوڑیں گے۔ دریا کے کنارے دلدلی زمین تھی جہاں مختلف قسم کے چھوٹے بڑے پیڑ کھڑے تھے۔ نوجوانوں کا کھیل یہ ہوتا تھا کہ وہ دریا کو تیر کر پار کریں اور دوسرے کنارے پر کسی پیڑ کو چھو کر پھر واپس آجائیں۔ ظاہر ہے یہ جان جوکھوں کا کام تھا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ دیکھنے والوں کو اسی کھیل میں زیادہ مزا آتا تھا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق شام کی چائے ختم ہوتے ہی اس دلچسپ کھیل میں شریک ہونے والوں کا پورا گروہ دریا کے کنارے جمع ہوگیا۔ مجھے ان

www.taemeernews.com

سب کے نام تو یاد نہیں لیکن ریگ ایکس، جو آرمشین چلاتا تھا اور جس کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی اس وقت انکا لیڈر بنا ہوا تھا اور اس نے ٹیوبا — ایک قسم کی مقامی تاڑی، چڑھا رکھی تھی۔ جب سب جمع ہو گئے تو ایکس نے انکو متوجہ کرنے کے بعد کہنا شروع کیا کہ رینڈال اگر اس دریا کو تیر کر پار کر لے تو وہ اپنی طرف سے سو روپیہ کی شرط لگانے کو تیار ہے

رینڈال خاموشی سے یہ سب کچھ سنتا رہا لیکن اس نے ایک دم کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی توجہ بٹانے کے لیے اس پرانے جہاز کے ڈھانچے کی چھت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا جو وہاں بطور گودام استعمال ہوتا تھا — لیکن جب اس سے بھی کام نہیں بنا تو وہ ایک دم بول پڑا۔

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے ہو؟"

ریگ ایکس شاید اس جواب کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے فوراً اس کی تیوری پر بل پڑ گئے اور اس نے غضب آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے مکا ہوا میں لہرایا۔

"کیوں اس میں ایسی کون سی انوکھی بات ہے؟ تم دریا کو تیر کر پار کرو اور ہاتھ کے ہاتھ سو شیلنگ بھی جیت لو اور پھر سمجھ لو کہ تم ہمارے کلب کے پکے ممبر بن گئے لیکن ہاں یہ بتا دوں کہ تم بھلے ہی اس کنارے تک آسانی سے پہنچ جاؤ لیکن واپسی میں تمھیں دانتوں پسینہ آ جائے گا تم سردی سے کپکپانے لگو گے اور تمھارے پٹھے اکڑ جائیں گے لیکن بے فکر رہو، گہرے پانی میں مگرمچھ تمھیں کچھ نہیں کہیں گے کسی کو مارنے اور نگلنے کے لیے انھیں اپنے پیروں اور دم کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے اور گہرے پانی میں چونکہ وہ انھیں اچھی طرح استعمال نہیں کر سکتے، اس لیے وہاں ان کی طرف سے خطرے کا امکان کم ہے —" یہ کہہ

www.taemeernews.com

کر اس نے داد طلب نگاہوں سے دوسروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔
"میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی حماقت ہوگی" رینڈال نے نہایت سادگی سے کہا۔ "میں دو سو روپیہ کی شرط لگاتا ہوں کہ تم کبھی اس طرح اسے تیر کر نہیں پار سکتے۔"
"منظور" بک الیکس چلایا "لیکن تمہارے پاس اتنے روپے بھی ہیں؟"
رینڈال سے اب کوئی جواب نہ بن پڑا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔
مجھ سے اس کی خفت نہ دیکھی گئی اور میں ایک قدم بڑھا کر رینڈال کی طرف سے میں روپے دینے کو تیار ہوں۔"
جب الیکس گھاٹ کی طرف جانے لگا تو ہم سب اونچی جگہ پر کھڑے ہو گئے تاکہ آسانی سے ہم اسے دور تک تیرتا ہوا دیکھ سکیں۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ وہ اس سے پہلے بھی اسے تیر کر پار کر چکا ہے اور اس کے ساتھ تب بھی کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہوئی تھی ——— اسے بولتا ہوا چھوڑ کر میں خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا اور جلدی سے اپنی ۳۰۰ رائفل اٹھا لیا جس میں دوربین بھی لگی تھی۔
اُس دن دریا میں پانی اور دنوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ چڑھا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود بہاؤ میں تیزی نہیں تھی جب الیکس نے پانی میں چھلانگ لگائی تو سب نے ایک زور کا نعرہ لگایا۔ تیرتے وقت اس کا پیٹ پانی سے ملا ہوا تھا اور اس کے بازو دائیں بائیں بڑے متوازن اور خوبصورت انداز میں چل رہے تھے اور ٹانگیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بڑے فن کارانہ انداز میں پانی کو بلو رہی ہوں۔ وہ بہت جلد دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے ہاتھ ہلا ہلا کر ہمیں اشارہ کیا اور پھر فوراً ہی واپسی کا عمل شروع

www.taemeernews.com

کر دیا۔

وہ زیادہ سے زیادہ دو چار گز ہی آیا ہوگا کہ ہم نے دیکھا، مگرمچھ پیڑوں کے نکلنا شروع ہو گئے ہیں اور خاموشی سے الیکس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ وہ طرح اپنی دم سے پانی کو کاٹتے ہوئے تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے اور لمحہ بہ لمحہ اسکے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

میرے پیچھے جو آدمی کھڑے تھے، وہ چلا چلا کر آوازیں دینے لگے اور ہاتھ ہلا ہلا کر اسے خبردار کرنے لگے کہ مگرمچھ آ رہے ہیں۔ ایک بڑے مگرمچھ نے تیزی سے منہ کھول کر الیکس کی طرف لپکا۔ میں نے جلدی سے رائفل کی پہلی گولی اس درندے کی دونوں آنکھوں کے درمیان اتار دی۔ اور جب الیکس اس کے پھیلے ہوئے جبڑے سے بچنے کی کوشش میں اپنا سر ادھر ادھر پٹک رہا تھا۔ تو ٹھیک اسی وقت اس کے ہلتے ہوئے سر کے قریب مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ میں میں نے یکے بعد دیگرے تین فائر اور کر دیئے۔

خوفزدہ الیکس نے اب اور تیزی سے ہاتھ پیر چلانا شروع کر دیئے وہ مگرمچھ کے وجود کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھنا شروع کر دیا اور جب وہ گھاٹ کے اتھلے پانی میں پہنچ گیا، تب ہی وہ پیچھے کی طرف دیکھنے کی ہمت کر سکا۔ مگرمچھ کے منہ سے خون کے جھاگ نکل رہے تھے اور وہ پانی میں پلٹے کھا رہا تھا۔ ایک آدھ بار تو ایسا بھی معلوم ہوا جیسے وہ اپنی دم کے سہارے پانی میں کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت جلد اس کی یہ جدوجہد بھی دھیمی پڑ گئی اور وہ پوری طرح پانی میں ڈوب گیا۔

میں نے بگ الیکس کو کنارے پر چڑھنے میں مدد دی اور جب میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر گھسیٹ رہا تھا تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے وہ آنکھوں ہی

www.taemeernews.com

آنکھوں میں میرا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ آج کے واقعے نے "مگرمچھ نیرا کی کلب" کے ممبروں کو بڑی طرح جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔ ظاہر تھا کہ انھیں آئندہ کے لیے اپنے اس پسندیدہ کھیل سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جب ہم اپنے گھروں کی طرف واپس جانے لگے تو الیکس نے رینڈال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"رینڈال مجھے افسوس ہے تم اگر تیرنے جاتے تو تم واقعی ہارے گئے ہوتے"

میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ کنارے پر آکر رینڈال کو "بزدل" کا خطاب دے گا۔ اور فوراً شرط والی رقم کا مطالبہ کرنا شروع کر دے گا۔ لیکن اس کے برخلاف اس نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔

اس کے اگلے دن جب میں نے سنا کہ رینڈال بھی دوسرے کنارے پر جانا چاہتا ہے تو مجھے بڑا تعجب ہوا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی اور مقصد سے نہیں بلکہ صرف تصویریں بنانے کے لیے ہی وہاں جانا چاہتا ہے جس کا اُسے بہت شوق ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر کنارے پر جائے اور وہاں کی دلدلی زمین اور اس کے ماحول کا غائر مطالعہ کر کے ان کے نقش کاغذ پر اتار دے۔

جب الیکس نے دوسرے کنارے پر جانے کے لیے زیادہ اصرار کیا تو کرنل نے اُسے اجازت دے دی لیکن احتیاطاً اسے اپنی خودکار 35 رینگٹن رائفل بھی دیدی اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اسے کس طرح بھرتے ہیں، کس طرح نشانہ لیتے ہیں اور کس طرح چلاتے ہیں۔ وہ رائفل کے چلانے کے قاعدے سے نظریاتی طور پر تو واقف ہو گیا۔ لیکن عملاً اس نے کسی چیز پر نشانہ لگانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اس کی آواز اور دھکے سے بُری طرح ڈرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ایک فرض سمجھ کر اسے اپنے ساتھ ضرور رکھنے لگا۔

www.taemeernews.com

ایک دن شام کو رینڈال اپنی کشتی کو اس طرف لے لیا جہاں مینگرووٗ پیڑوں کی کثرت ہے۔ ان پیڑوں کی چھال چمڑا رنگنے کے کام آتی ہے اور زمین کے اوپر تک ابھری ہوئی ان کی لمبی لمبی جڑیں اس طرح دکھائی دیتی ہیں جیسے کسی عفریت کا پنجہ۔ اس دن وہ دور تک ان کے اندر چلا گیا۔ تصویر بنانے کے بعد وہ واپس آنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ اس نے کسی کے غمناک انداز میں رونے اور چلانے کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں جنھیں سنکر رینڈال کے سارے بدن میں ٹھنڈی لہر دوڑ گئی اس بڑے پیڑ کی دوسری سمت سے آرہی تھی جہاں اُسکی کشتی کھڑی تھی۔

اوّل اول تو وہ سمجھ ہی نہیں پایا کہ یہ آوازیں کس کی ہیں۔ لیکن جب وہ آہستہ آہستہ اپنی کشتی دوسری سمت لے گیا تو اس نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر جہاں تھوڑی کھلی ہوئی جگہ ہے ایک کتا کھونٹی سے بندھا چلا رہا ہے۔ رینڈال فوراً سمجھ گیا کہ یہ کتا مگرمچھ کو پھانسنے کے لیے بطور چارہ باندھا گیا ہے۔ اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی لیکن وہاں دور دور تک اسے کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

مجھے یاد ہے کہ رینڈال نے بعد میں بتایا تھا کہ "وہ کوئی چھوٹی نسل کا ایک خارش زدہ کتا تھا۔ مجھ سے اس کی یہ حالت نہ دیکھی گئی۔ اور میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو، اُسے ضرور بچانا چاہئے۔"

رینڈال کو پہلے ہی خبردار کر دیا گیا تھا کہ دوسرے کنارے پر اگر اس نے زمین پر چلنے کی کوشش کی تو اُسے قدم قدم پر مگرمچھوں، اجگر سانپوں اور دھنسنے والی زمینوں سے سابقہ پڑ سکتا ہے۔ اُسے تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ کسی بھی حالت میں زمین پر نہ اترے۔ لیکن اس کتے کو بچانے کی دُھن نے اسے تمام خطروں سے بیگانہ کر دیا اور اسے اس وقت کوئی نصیحت یاد نہیں آئی۔ اس نے اپنی کشتی پیڑ سے باندھ دی اور لاپرواہی میں رائفل بھی جو کشتی کے سامنے والے حصے سے لگی کھڑی

www.taemeernews.com

تھی - وہیں رہنے دی - کتے نے جب رینڈال کو اپنے قریب آتے دیکھا تو اس نے بھونکنا بند کر دیا - اور دانت نکال کر ہلکے ہلکے غرّ غرّ کی آوازیں نکالنے لگا - رینڈال رسی کی لمبائی کے مطابق اس سے دور رہا اور اسے چمکارتے ہوئے اُسکے چاروں طرف چکر لگانا شروع کر دیا تاکہ کتا اس سے مانوس ہو جائے - لیکن کتے نے پھر بھی کوئی مروت نہ کی اور اس خلوص کا جواب غرّاہٹ سے ہی دیا - رینڈال کتے کے چاروں طرف چکر لگاتے ہوئے باریک تنے والی ایک بیل کے پاس کے پاس سے گزر رہا تھا تو اس کے پیروں کے نیچے زمین نے پھنکار ماری - بالکل ایسے جیسے کوئی سرد آہ کے بعد سانس باہر نکالتا ہو - خطرے کا احساس ہوتے ہی بے اختیار اس نے دوسرا قدم رکھا اور فوراً ہی ٹخنوں تک نیلاہٹ لیے ہوئے سبز رنگ کی گندی اور سڑی ہوئی کیچڑ میں اس کے پاؤں دھنس گئے - اس نے جلدی سے پھر قدم اٹھانے کا ارادہ کیا لیکن اتنی دیر میں اس کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک اندر دھنس گئے تھے -

اب رینڈال نے کوشش کی کہ کس طرح اسکا پاؤں اس سے باہر نکل آئے لیکن اس طرح کیچڑ میں سے جو گرم سریش کی طرح لیس دار ہو رہی تھی بلبلے اٹھنے لگے جیسے اس کے نیچے کوئی چیز پک رہی ہو - اب اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ایک لٹکتی ہوئی بیل کو پکڑ لیا لیکن رسی کی طرح بل کھاتی ہوئی یہ بیل بھی اس کا وزن نہ سنبھال سکی اور بیچ سے چھوٹ کر اُسکے کندھوں پر آگری - رینڈال نے پریشان ہو کر باہر نکلنے کی کوشش تیز کر دی لیکن وہ اس مہلک کیچڑ میں جو اس سے بغل گیر ہونے کے لیے بے تاب دکھائی دے رہی تھی، اور زیادہ دھنستا گیا - کیچڑ ایسی نرم تھی جیسے مخمل - لیکن اس کے باوجود اس کے اندر کسی کو بھی مغلوب کرنے کی بے پناہ طاقت موجود تھی - رینڈال کا سانس پھولنے لگا - وہ سمجھ گیا کہ یہ زمین بڑی بے

www.taemeernews.com

رحمی کے ساتھ اُسے زندہ نگلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس جگہ آس پاس کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی جس کا سہارا لے کر وہ زندہ دفن ہونے سے بچ سکتا ہے۔ بس اب ایک یا زیادہ سے زیادہ دو منٹ میں اس غلیظ کیچڑ کو اس کے سر کے اوپر اس طرح ہموار ہو جانا تھا کہ پھر اس کا کوئی نام و نشان بھی نہ رہتا۔ اس طرح مرنے کے تصور سے اس کی روح کانپ گئی اور وہ سنبھل کر بسورنے لگا۔

بالآخر جب وہ سینے تک دھنس گیا تو اچانک اس نے پیروں کے نیچے کوئی سخت چیز محسوس کی۔ اس کا پیر پوری طرح اس پر جم گیا اور زمین میں دھنسنے کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اس کا ذہن صاف ہونے لگا اور وہ سمجھ گیا کہ پاس والے بڑے پیڑ کی کسی لمبی جڑ پر اس کا پیر پہنچ گیا ہے وہ وقتی طور پر بڑے کرامانی انداز میں مرنے سے بچ گیا تھا۔

جب اُسے تھوڑا اطمینان ہوا، تو اس نے مدد کے لیے چلانا شروع کر دیا۔ لیکن فوراً ہی اُسے رک جانا پڑا کیونکہ اس کے چلانے نے کتے کو بھی بھونکنے پر اکسا دیا تھا جو وہاں سے بس چند قدم کے ہی فاصلے پر تھا۔ ظاہر ہے اس طرح چلانے اور کتے کے بھونکنے سے ان خونخوار اور شکاری جانوروں کو یہاں پہنچنے کی ترغیب مل سکتی تھی۔

رینڈال کو امید تھی کہ وہ آدمی جس نے کتے کو باندھا تھا ضرور آئے گا۔ لیکن ساتھ ہی اسے یہ خیال ہوا کہ پاس والے گاؤں میں صبح جو موت ہو گئی تھی، تو کہیں وہ آدمی اس میں شرکت کرنے ہی نہ پہنچ گیا ہو۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو پھر کم از کم رات میں تو اس کے آنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا کیونکہ یہ لوگ میت کی آخری رسوم کو جشن کی طرح مناتے ہیں اور تاڑی پی پی کر خوب ناچتے گاتے ہیں۔

جلدی ہی رات کی سیاہی نے پر پھیلانے شروع کر دیئے۔ لیکن اس

www.taemeernews.com

کے ساتھ ہی دُور پہاڑیوں کے عقب سے نارنگی کی طرح گول چاند کا سر بھی اُبھرنا شروع ہوا اور اس کی روپہلی کرنوں نے چاروں طرف روشنی ہی روشنی بکھیر دی۔ دم بہ دم اوپر اُبھرتے ہوئے چاند کی روشنی میں گھٹتے بڑھتے سایوں نے عجیب عجیب شکلیں اختیار کرنا شروع کر دیں اور رینڈال کے تکلیف میں مبتلا دل و دماغ اور کانوں نے ان بیہودہ سایوں کو پراسرار آوازیں بھی بخش دیں۔ وہ گھبرا گھبرا کر کبھی ایک طرف دیکھتا تو فوراً ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دیتی اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسری سمت دیکھنے لگتا۔ ستم بالائے ستم مچھروں نے بھی اندھیرا ہوتے ہی کالے کفن کی طرح اس پر چاروں طرف سے یلغار کر دی۔ وہ اس کا خون چوس رہے تھے اور دل کھول کر اپنے زہریلے ڈنک اس کے چہرے اور ہاتھوں پر آزما رہے تھے، یہاں تک کہ اس کا منہ سوج گیا اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھیں بھی بند ہونے لگیں۔

رینڈال نے کاہل پنے کا ثبوت نہیں دیا اس نے مچھروں کے اُڑانے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے، اس دوران رسی کی طرح بل کھاتی ہوئی بیل کا ایک پھندا تیار کر لیا تھا۔ وہ کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح کمند ڈال کر رائفل کی نال میں پھندا پھنسا کر اسے گھسیٹ لے۔ وہ کوئی گوالا تو تھا نہیں جو اس کا ہاتھ سدا ہوا ہوتا اور پہلی ہی کوشش میں پھندا رائفل کی نال میں پڑ جاتا۔ اس کی چھوٹی ڈونگی کھلے میدان کے اس طرف کوئی بیس فیٹ کے فاصلے پر پانی میں کھڑی تھی اور اس کا اگلا حصہ جس میں اندیہ کی طرف رائفل لگی کھڑی تھی، رینڈال کی طرف ہی تھا کئی بار ایسا ہوا کہ پھندے کا سرا رائفل سے ٹکرایا لیکن اس میں پڑا نہیں۔ اس نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اپنی کوششیں جاری رکھیں، لیکن اسی وقت کتے نے جو کچھ دیر سے

www.taemeernews.com

خاموش کھڑا تھا، پھر دوبارہ آہ وزاری شروع کر دی۔
اچانک کتّے کے لہجے نے شدت اختیار کر لی اور اس میں جنون کی سی کیفیت پیدا ہو گئی وہ پاگلوں کی طرح رسی تڑانے کی کوشش کرنے لگا۔
مگرمچھ آ رہا تھا ——— وہ کم سے کم تیس فیٹ لمبا تھا اور جب اس نے آہستہ آہستہ دریا سے نکل کر کنارے کے اوپر پڑھنا شروع کیا تو رینڈال سوچنے لگا کہ اس کی لمبائی آخر کسی طرح ختم بھی ہو گی یا نہیں۔ وہ اپنی مکروہ لمبی تھوتھنی کو شبہ کی نظروں سے اِدھر اُدھر گھماتا ہوا پیٹ کے بل بڑھا چلا آ رہا تھا۔
اب تک اس کی توجہ کتّے کی طرف ہی تھی لیکن جب اس کی نگاہ رینڈال پر پڑی تو وہ ٹھٹھک گیا اور اپنی اگلی چھوٹی گٹھیلی ٹانگوں کو اونچا کر کے اور تھوتھنی اوپر اٹھا کر اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ وقت آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔ لیکن رینڈال نے نہ تو پلک جھپکائی اور نہ ہی اپنا ہاتھ یا سر ہلایا اس کے باوجود وہ مگرمچھ کو دھوکا نہ دے سکا۔
مگرمچھ نے اپنا سر نیچا کیا اور کتّے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی جیسے اسے اطمینان ہو گیا ہو کہ یہ نہتا اور لاچار آدمی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جب وہ کچھ قریب آ کر تیزی سے جھپٹا تو اس کے بوجھ سے وہاں کی زمین دہل گئی اور جگہ جگہ اس میں سے پانی ابلنے لگا۔ اچانک اس کے بڑے جبڑے کڑکڑائے اور پل بھر میں کتا وہاں سے غائب کر دیا گیا۔
کتّے کو نگل لینے کے بعد اس کی بھوک چمک اٹھی۔ وہ پھر حرکت میں آیا اور بڑی بے دھب لیکن لوچدار چال چلتا ہوا رینڈال کی طرف بڑھنے لگا۔ چاند کی روشنی میں اس کا بدن زرہ بکتر کی طرح چمک رہا تھا اور اس کی

www.taemeernews.com

آرے کی طرح دندانے دار دُم بار بار پھڑک رہی تھی جیسے وہ کسی اہم موقع کی منتظر ہو۔

وہ خونی جانور اتنا قریب آچکا تھا کہ رینڈال اس کے سانس کی بدبو سونگھ سکتا تھا، اس کے پیٹ کی گڑگڑاہٹ سُن سکتا تھا اور انڈے کی طرح کھلتے اور بند ہوتے ہوئے اس کے نتھنے دیکھ سکتا تھا۔

جب مگرمچھ بہت ہی قریب آگیا تو رینڈال کے منہ سے بے اختیار ایک زور کی آواز نکلی جو دور تک ہوا کا سینہ چیرتی ہوئی چلی گئی۔ اس نے بالکل ہنیالی انداز میں زور زور سے چلانا شروع کر دیا لیکن وہاں دور دور تک کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کو آجاتا۔

رینڈال کے اس طرح چیخنے چلانے کی وجہ سے مگرمچھ ہڑبڑا کر رک گیا۔ چاند کی روشنی اس کی آنکھوں پر پڑی اور ایک سیکنڈ کے لیے اسکی آنکھیں آگ کی طرح دہک اٹھیں۔ اس کی سفاک آنکھوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ لاچار آدمی اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا وہ اسے حاصل کرنے میں کیوں تکلف کرتا۔

مگرمچھ بس ایک آدھ قدم ہی آگے بڑھا ہوگا کہ اس کی پیش قدمی یکبر رُک گئی۔ وہ رکا اور گردن گھما کر دریا کی طرف دیکھنے لگا ——— اسی جیسا ایک عظیم الجثہ مگرمچھ پانی سے باہر آرہا تھا۔

رینڈال نے چلانا بند کر دیا۔ اور جیسے ہی وہ دونوں جانور جن کی تہہ دار کھال لوہے کی طرح سخت تھی، آپس میں ٹکرائے ہیں تو اسے ایسا معلوم ہوا جیسے یہ دو جانور نہیں بلکہ دو چٹانیں ہی آپس میں ٹکرا گئی ہیں۔ وہ زور زور سے دھاڑتے اور گرجدار آوازیں نکالتے ہوئے وحشیوں کے سے

www.taemeernews.com

انداز میں ایک دوسرے پر پل پڑے اور بڑی بے دردی سے اپنے تیز نکیلے دانتوں کو ایک دوسرے پر آزمانے لگے۔ کبھی کبھی لڑتے لڑتے وہ جوش میں پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر ہوا میں محراب سی بنا دیتے۔ اس وقت ان کے تیز ناخنوں والے پنجے کبھی ایک دوسرے کے نرم پیٹ پر وار کرنے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے لیکن اس طرح وہ زیادہ دیر تک کھڑے نہ رہ پاتے اور زور کی دھمک کے ساتھ زمین پر گر پڑتے اور کسی نرم اور کارگر جگہ کو پکڑنے کی کوشش میں پھر ایک دوسرے سے الجھ جاتے۔

ان دونوں کی لڑائی اولین دور کے عفریتوں کی لڑائی کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ اس طرح کے دیو ہیکل مگرمچھوں کی لڑائی کا منظر دیکھنے کا بہت ہی کم لوگوں کو اتفاق ہوا ہوگا۔ وہ جب غضب ناک انداز میں ہاتھ پیر چلا کر اور دم پٹک پٹک کر اندھا دھند وار کرتے تھے تو زمین دہل جاتی تھی۔

رینڈال والے پہلے مگرمچھ نے ——— اس لیے کہ اب وہ اسے اچھی طرح پہچاننے لگا تھا۔ دوسرے مگرمچھ کو گلے سے پکڑنے کی کوشش کی لیکن اچانک پلٹا کھانے کی وجہ سے اس کا داؤں کامیاب نہ ہو سکا لیکن اس کے بعد جیسے ہی دوسرے نے پلٹ کر حملہ کیا تو پہلا والا ایک دم زمین سے چپک گیا۔ دوسرا جھونک میں اسی پر آن پڑا اور ٹھیک اسی وقت اچانک پہلے والے نے گردن اٹھائی اور تیزی سے دوسرے کے نرم پیٹ میں جہاں اس کے بچاؤ کے لیے سخت کھال نہیں تھی، اپنے دانت گاڑ دیئے۔ دوسرے مگرمچھ کے نرم پیٹ سے خون بہنے لگا لیکن وہ اپنی پکڑ قائم نہ رکھ سکا اور دونوں پہلے کی طرح پھر جنگ میں مشغول ہو گئے۔

رینڈال ان کی لڑائی میں اتنا منہمک ہوا کہ اسے یاد ہی نہ رہا کہ وہ

www.taemeernews.com

کہاں اور کس حال میں کھڑا ہے۔ اچانک اسے خیال آیا کہ بیش قیمت وقت گزرا جا رہا ہے۔ اور اسے اپنے بچاؤ کے لیے جو کچھ بھی کرنا ہے وہ فوراً کر لینا چاہیے۔ یوں تو ان عفریتوں کی لڑائی کے لیے کافی وسیع میدان پڑا تھا لیکن رینڈال کو ڈر ہوا کہ اگر وہ لڑتے لڑتے کشتی کی طرف چلے گئے تو بچاؤ کی جو رہی سہی امید ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے فوراً ان کی طرف سے گردن گھمالی اور جلدی سے پھندا کشتی کی طرف اچھال دیا۔

اس بار اسے بار بار ہاتھوں کو تکلیف نہیں دینا پڑی اور قسمت سے پہلی بار کوشش میں ہی، وہ رائفل کی نال میں پھندا ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب پھندا اچھی طرح کس گیا تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ اسے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ رائفل کشتی سے نکل کر زمین پر گر پڑی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف آنے لگی تو رینڈال کے منہ سے بے اختیار نعرہ فتحیابی نکل گیا۔ ذرا دیر میں ہی رائفل اس کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی خوف و ہراس اور ناامیدی کی جگہ، اس کے اندر بے پناہ جوش اور اعتماد آ گیا تھا۔

رینڈال نے رائفل کی طرف دیکھا لیکن اس کا سارا جوش پل بھر میں ہوا ہو گیا اور اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ رائفل بری طرح کیچڑ میں لت پت ہو گئی تھی۔ بڑی امید و بیم کے عالم میں اس نے جلدی جلدی رائفل کی نال، رسی سے صاف کی اور نشانہ لینے والی کھیوں پر سے بھی مٹی ہٹائی۔ اب رائفل اس قابل ہو گئی تھی کہ وہ نشانہ لے سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اسے اب بھی پوری طرح اطمینان نہ تھا کہ رائفل چل بھی سکے گی یا نہیں۔

www.taemeernews.com

اُس نے خود سے سوال کیا کہ اس میں کتنی گولیاں بھری تھیں۔ چار ؟ یا پانچ ؟ مگر اس وقت اسے کچھ یاد نہ آیا۔ رائفل ہاتھ میں آ جانے کے باوجود اس نے بے صبری نہیں دکھائی بلکہ اسے اسی میں مصلحت نظر آئی کہ جب تک ان خونخوار جانوروں کی لڑائی کسی نتیجے پر نہیں پہنچتی اس وقت تک بہر حال اُسے انتظار ہی کرنا چاہیئے۔ اس نے سوچا کہ بہت ممکن ہے کہ اس طرح اُسے صرف ایک ہی سے نپٹنا پڑے ـــ. اپنے اس فیصلے پر اسے کچھ خوشی سی ہوئی اور بڑے اعتماد کے ساتھ وہ پھر ان کی لڑائی سے لطف اندوز ہونے لگا۔

وہ خونریز لڑائی بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ ایک بار جیسے ہی پہلے والے مگرمچھ نے ایک صاف موقع دیکھا تو وہ تیزی سے گرجتا ہوا بڑھا اور اچانک اپنے جبڑے میں دوسرے کا گلا دبا لیا۔ یہ کسی بل ڈاگ کی طرح ایک زبردست پکڑ تھی جس کا چھوڑنا آسان نہ تھا۔ گاڑھے خون کی تیز دھاریں اس کی گردن سے ابل پڑیں اور ہاتھوں کو ہلاتا ہوا دوسرا مگرمچھ جان کنی میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن بل کھا کھا کر جھٹکے لینے کی تشنجی کیفیت بھی اس کی مضبوط گرفت نہ چھڑا سکی۔ رفتہ رفتہ وہ کمزور پڑنے لگا ـــــ دس منٹ کے اندر اندر وہ مر چکا تھا۔

فتحیاب نے جواب تک اپنے پچھلے پیروں اور دم کے سہارے کھڑا تھا اپنی گرفت ڈھیلی کی اور مردہ مگرمچھ کو جیسے اس نے بہت دیر سے ہوا میں آدھا لٹکا رکھا تھا، زمین پر گرا دیا اور ایسا کرتے ہوئے خود بھی جلدی سے پیچھے کھسک گیا۔ اس نے مردہ حریف کے گوشت میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی۔ اب مداخلت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے اُس نے جلدی جلدی رینڈال

www.taemeernews.com

کی طرف پھر لڑھکنا شروع کر دیا۔

رینڈال نے سن رکھا تھا کہ بہت سے مگرمچھ، آدمیوں کے گوشت کے عاشق ہوتے ہیں۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مگرمچھ بھی کوئی آدم خور ہی تھا۔ جب ہی تو اس نے مردہ مگر کے مقابلے میں اسے ترجیح دی۔ مگرمچھ اس سے ابھی گز دو دور تھا۔ رینڈال نے شاید اسی وقت رائفل چلا دی ہوتی۔ لیکن چونکہ اُسے رائفل اور ساتھ ہی اپنے نشانے پر کامل بھروسہ نہیں تھا۔ اس لیے اس نے انتظار کیا کہ وہ تھوڑا اور قریب آجائے تب فائر کرے۔

یہ واقعی بڑے دل گردے کا کام تھا۔ موت کو بلمحہ اس کی طرف رینگتی ہوئی چلی آ رہی تھی اور وہ بڑے صبر کے ساتھ اس کی نگہبانی کر رہا تھا۔ اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اس نے اپنے اوسان ہی کھو دیے ہوتے اور نا امیدی اور گھبراہٹ کے عالم میں اندھا دھند فائرنگ کر دی ہوتی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مگرمچھ بالکل اس ریتیلی دلدل کے گھیرے کے قریب ہی نہ پہنچ گیا اور جیسے ہی اس کا جبڑا کھلا اور اس کے اندر گہرے غار کا دہانہ نظر آیا تو رینڈال نے رائفل سیدھی کر کے بلی پر انگلی کا دباؤ دے دیا۔ پانچ طاقتور گولیوں نے مگرمچھ کے حلق کے چیتھڑے چیتھڑے اڑا دیے اور اُسے اس قابل نہ رکھا کہ اپنے آپ ایک انچ بھی اِدھر اُدھر ہو سکے۔

ہم لوگ بہت دیر سے اپنی موٹر لانچ سے دریا کو کھنگالتے پھر رہے تھے اور بار بار سرچ لائٹ اس ناہموار اور بے ڈول کنارے پر پھینکتے تھے جدھر عموماً رینڈال تصویریں بنانے کے لیے جایا کرتا تھا کہ اتنے میں ہم نے فائروں کی آوازیں سنیں۔ آواز بہت دور سے آئی تھی اور کچھ گھٹی گھٹی سی تھی لیکن پھر بھی ہمیں صحیح سمت کا اندازہ ہو گیا اور ہم فوراً ہی رینڈال کے پاس پہنچ گئے۔ جلدی جلدی اُسے بھوکے

www.taemeernews.com

گڑھے سے باہر کھینچا گیا اور بغیر مزید وقت برباد کیے ہم اُسے محفوظ جگہ پر لیجانے کے لیے موٹر لانچ میں سوار ہو گئے۔

"رائفل پر کمند پھینکنا اور اُسے گھسیٹنا ——— واقعی بڑی ذہانت اور ہوشیاری کا کام تھا ———" لک ایکسن نے اعتراف کیا۔ اس کی آواز میں احترام کے ساتھ ساتھ مرعوب ہونے والا انداز بھی تھا۔

"مجھے وقت چاہیئے تھا" رینڈال نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "میں نے اپنے ذہن میں خاکہ بنایا کہ اگر میں کسی طرح ایک دوسرے مگرمچھ کو بلانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر دونوں مجھے حاصل کرنے کے لیے ضرور آپس میں لڑ مریں گے۔ اس لیے میں نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا اور پھر ہوا بھی یہی میرے اندازے کے مطابق فوراً ہی دوسرا مگرمچھ آگیا اور پھر اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور وہ سدھرتے چلے گئے۔"

جم رینڈال اس رات کے بعد ہمارا ہیرو بن چکا تھا۔

www.taemeernews.com

مانصاب کنٹے کا راز

۱۹۵۲ء کے تقریباً وسط کی بات ہے کہ حیدرآباد (اندھرا پردیش) کے علاقے مانصاب کنٹ میں اچانک بڑی طرح خوف وحراس اور بے چینی پھیل گئی۔ کیونکہ وہاں کسی جنگلی جانور نے جس کی شناخت نہیں ہو سکی تھی، کتوں اور دوسرے مویشیوں کو بڑی طرح ہلاک کرنا شروع کر دیا تھا۔ یوں تو اس درندے نے اس وقت تک کسی آدمی پر حملہ نہیں کیا تھا۔ البتہ اسی زمانے میں یہ ضرور سننے میں آیا تھا کہ ایک بچے کو کسی بڑے درندے نے جھونپڑی سے اٹھا لیا۔ مگر غریب اس کے بدحواس اور خوف زدہ لواحقین نے اس کا بروقت پیچھا کیا تو اسے مجبوراً اپنے شکار کو راستے میں ہی چھوڑ کر فرار ہو جانا پڑا۔ وہ لوگ کافی دور تک پیچھا کرنے کے باوجود اس کی صرف ہلکی سی جھلک ہی دیکھ سکے اور اس طرح اس وقت یہ معمہ حل نہ ہو سکا کہ آخر وہ کیا جانور تھا جو بچے کو اٹھائے لیے جا رہا تھا۔

بچے کو اٹھا لینے کی خبر بڑی تیزی سے چاروں طرف پھیل گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے رہنے والے سورج غروب ہونے کے بعد اپنے گھروں سے باہر نکلتے ہوئے گھبرانے لگے۔ جو لوگ کچھ دور کی جگہوں پر کام کو جاتے تھے وہ بھی احتیاطاً وقت سے پہلے چھٹی کر کے جلدی جلدی گھروں کو لوٹ آتے اور اگلے دن سورج نکلنے تک گھروں سے باہر قدم نہ نکالتے۔ اس کے باوجود کچھ لوگوں نے دعویٰ بھی کیا کہ انھوں نے دور سے اس کی جھلک دیکھی ہے، ایک

www.taemeernews.com

آدمی نے بتایا کہ اس کے جسم پر بڑی بڑی دھاریاں پڑی ہوئی تھیں۔ جیسے خاکی رنگ کے شیر پر ہوتی ہیں۔ کچھ کمزور دل اور ضعیف الاعتقاد لوگوں نے تو باقی ہی حد کر دی۔ اُن کا کہنا تھا کہ اس کا جسم تو شیر جیسا ہے لیکن اس کا سر آدمی کا ہے ——————

مالنصاب کنڈہ، حیدرآباد شہر کی سرحد سے کوئی دو میل کے فاصلے پر گولکنڈہ کی طرف جانے والی سڑک پر منتشر اور چھدری آبادی والی ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں بہت سے بہت کوئی دو سو مکان ہونگے۔ چونکہ ہر مکان کے ساتھ ایک دو دو ایکڑ میں پھیلا ہوا اس کا اپنا باغیچہ بھی ہوتا تھا۔ اس لیے ایک مکان سے دوسرے مکان کا فاصلہ بڑھ جانے کی وجہ سے وہ تقریباً ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر سے ہی رہتے تھے۔ آبادی سے ملی ہوئی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک لمبا سلسلہ بھی وہاں دور تک چلا گیا تھا جس میں سے ایک چھوٹی ندی نکل کر ان مکانوں کے قریب سے بہتی ہوئی گزرتی تھی۔

جب سے پولیس نے سختی شروع کی تھی اور بغیر لائسنس والے ناجائز ہتھیاروں کی چھان بین کر کے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا شروع کر دی تھی، تب سے وہاں اندھا دھند شکار کا سلسلہ رک گیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اسکا ردِ عمل یہ بھی ہوا کہ وہاں جنگلی جانوروں کی تعداد ایک دم بڑھ گئی اور وہ بڑی بے خوفی سے اِدھر اُدھر گھومنے لگے اور نڈر ہو کر آبادی کے پاس آکر پالتو جانوروں کو اپنا لقمہ بنانے لگے۔ وہ پہاڑی گپھاؤں میں گھات لگائے پڑے رہتے اور جب بھی کوئی بھولا بھٹکا مویشی اِدھر آنکلتا تو پھر اُسے نہ چھوڑتے اور آناً فاناً چیر پھاڑ کر کے برابر کر دیتے۔

جولائی کی ایک رات میں جب کہ موسم برسات شباب پر تھا اور

www.taemeernews.com

آسمان پر چاروں طرف کالے کالے بادل گھرے ہوئے تھے۔ وہاں ایک کتا بڑی عجیب اور مذبذب حالات میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ وہ کتا کبھی کسی ایرے غیرے کا نہیں بلکہ وہاں کے ضلع سپرنٹنڈنٹ حیات خاں کا تھا اور تھا بھی بڑی اچھی اور اونچی نسل والا۔ خاں صاحب اسے بڑے چاؤ سے پال رہے تھے اور اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک دن تیسرے پہر کو انھوں نے اپنے اس چہیتے کتے کو مکان کے کچھواڑے تاروں والی لمبی باڑ کے قریب باندھ دیا اور خود کہیں ٹہلنے کے لیے نکل گئے۔ اس دن اتفاق کی بات کہ انھیں گھر واپس آنے میں دیر ہو گئی اور سورج غروب ہونے کے بھی کوئی ساڑھے تین گھنٹے بعد جب وہ واپس لوٹے تو انھیں وہاں اپنا پیارا کتا نظر نہ آیا۔ وہ تیزی سے اس جگہ پہنچے جہاں چلتے وقت اسے باندھا تھا اور وہاں جب انھیں اس بدقسمت جانور کی ٹوٹی ہوئی زنجیر، اس کا پٹا، خون کے دھبے اور کچھ فاصلے پر اس کی بچی کھچی ہڈیاں ملیں تو غصے اور رنج کے مارے ان کا برا حال ہو گیا۔

فوراً ہی چوکیدار کو بلایا گیا۔ وہ ایک پنشن یافتہ فوجی تھا اور اپنے فرائض کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے کے بارے میں مشہور تھا۔ وہ اس وقت بھی ڈیوٹی پر تھا اور اس جگہ سے مشکل سے پچاس گز کے فاصلے پر تھا جہاں کتا مارا گیا تھا۔ چوکیدار نے پورے وثوق اور یقین کے ساتھ بتایا کہ اس نے کسی قسم کی غراہٹ یا لڑائی کی ہلکی سی آواز بھی نہیں سنی۔ ڈین نسل کا قد آور کتا بڑا ہی دلیر اور بہادر تھا۔ اگر اس پر کوئی حملہ کرتا تو یقیناً وہ بھی پلٹ کر اس کا مقابلہ ضرور کرتا اور کسی بھی طرح اتنی آسانی سے قابو میں نہ آتا۔ لیکن یہ راز کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہاں کیا صورت

www.taemeernews.com

ہوئی جو اس نے درندے کے آنے کی آہٹ نہ لی اور آخر تک بالکل غافل اور بے خبر رہا۔

ابھی ایک ہی راز سے پردہ نہیں اٹھ سکا تھا کہ اسی رات کو ایک اور عجوبہ دیکھنے میں آیا۔ وہی پنشن یافتہ فوجی جب رات کو گشت کرتا ہوا مکان کے اسی حصے کی طرف گیا تو اسے وہاں ایک جانور گھومتا ہوا نظر آیا۔ اس نے جب غور سے دیکھا تو پہچانا کہ یہ تو سفید لومڑی ہے جو غالباً مرغیوں اور کبوتروں کے ڈربے توڑنے کی فکر میں معلوم ہوتی ہے۔ اس نے جلدی سے اپنی رائفل اس کی طرف سیدھی کر دی لیکن وہ بھی ایک چھلاوا ثابت ہوئی اور پلک جھپکتے ہی وہاں سے چمپت ہو گئی۔ چوکیدار نے دیکھا تو درکنار یہ بھی نہیں سنا تھا کہ لومڑی سفید بھی ہوتی ہے بلکہ ہوتی کیا ہے، وہ اسی علاقہ میں موجود ہے۔ اس لیے اُسے دیکھ لینے کے بعد اُسے بڑی فکر ہوئی کہ آخر سفید لومڑی آئی کہاں سے؟ اس نے اسی وقت حیات خاں کو جگا کر سفید لومڑی کی موجودگی کی خبر سنا دی۔

حیات خاں اپنے کتے کے اس طرح مارے جانے سے پہلے ہی فکر مند تھے۔ جب چوکیدار نے انھیں بے وقت بیدار کر کے لومڑی کا قصہ سنا دیا تو ان کی خاں صاحبیت چمک اٹھی اور انھوں نے اسی وقت بڑے جوش اور غصے کے عالم میں عہد کیا کہ وہ اس راز کی تہہ تک پہنچ کے رہیں گے اور قسم کھائی کہ اب وہ قاتل کا پتہ لگا کر ہی دم لیں گے۔

حیات خاں بڑے تندرست، جسیم اور ساتھ ہی بڑی اچھی سیرت اور شخصیت کے مالک تھے۔ یوں تو اس وقت ان کی عمر چالیس سال سے کسی طرح کم نہ ہوگی لیکن وہ ایک بہترین کھلاڑی کی طرح ہر وقت چاق و چوبند

www.taemeernews.com

دکھائی دیتے تھے۔ میں جب شام کو ٹہلنے کے لیے ان کے مکان کے پاس سے گزرتا تو وہ اکثر سرون نیکر پہنے اپنے باغیچے کی خبر گیری کرتے ہوئے دکھائی دے جاتے اور میں دل ہی دل میں انکے جسم کی بناوٹ اور موزونیت کی تعریف کرتا ہوا نکلا چلا جاتا۔

دوسرے بہت سے پولیس والوں کی طرح حیات خاں کو بھی اپنے شکاری ہونے پر فخر تھا۔ وہ جرم کی تفتیش کرنے اور مجرم کا کھوج لگا لینے میں بھی خوب ماہر تھے۔ سفید لومڑی کی خبر سنتے ہی وہ فوراً بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے، ٹارچ اٹھائی اور بہت احتیاط سے جانے والے واردات کو دیکھنے کے لیے نکل پڑے۔ نرم زمین پر بہت سے پیروں کے ملے جلے نشانات دکھائی دے رہے تھے۔ پیروں کے نشان دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ حملہ آور یقیناً کوئی بہت بڑا جانور ہے۔ انھوں نے خیال کیا کہ کہیں وہ کوئی چیتا ہی نہ ہو — اس لیے کہ ان کا کتا بغیر لڑے کبھی اور گھٹھم گتھا ہوئے تو کسی اور کے قابو میں اس طرح آ نہیں سکتا تھا بہت سی گڈمڈ لکیروں اور پنجوں کے نشانوں کے درمیان، بہرحال وہ جو کچھ صورت بھی ہو۔ وہاں کی نرم زمین پر لڑتے ہوئے جانوروں کے پیروں کے پھسلنے کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ کچھ فاصلے پر انھیں بالکل صاف نشان بھی مل گئے۔ وہ بالکل صاف صاف کسی کتے کے پیروں کے نشان کے مشابہ تھے۔ غور سے دیکھنے پر انھیں پتہ چلا کہ نشان دو طرح کے ہیں۔ ایک تو کسی بڑے جانور کے جو تقریباً ½ ۴ انچ چوڑے ہیں اور دوسرے اس سے چھوٹے جنکی چوڑائی بمشکل تین انچ رہی ہوگی وہ پہچان گئے تین انچ والے نشان یقیناً ان کے کتے کے ہی تھے۔ ان کے علاوہ قریب ہی کچھ چھوٹے نشان وہاں اور بھی تھے۔ جیسے کسی پلے یا بلی کے پنجوں کے ہوتے ہیں —

www.taemeernews.com

حیات خاں بڑے نشانوں کے سہارے چلتے چلتے دور ندی کے پاس تک چلے گئے لیکن پہاڑیوں کے پاس پہنچنے پر وہ کھوج بھی دکھائی دینا بند ہو گئے۔ مجبوراً کافی دیر پریشان ہونے کے بعد وہ اپنے مکان واپس آ گئے۔ اس رات بیچارے پوری نیند بھی نہ لے سکے اور بقیہ تمام رات کروٹیں بدلتے ہی گزار دی۔ وہ چارپائی پر پڑے خیالی نقشے بناتے رہے کہ کس طرح حملہ آور آیا ہوگا اور کس طرح دونوں میں کشمکش ہوئی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود ان کا ذہن کوئی واضح تصویر نہ پیش کر سکا۔

اگلے دن جب انھوں نے پولیس اسٹیشن پر اس کا تذکرہ کیا تو انھیں چاروں طرف سے تعزیتی پیغام، مختلف مشورے اور ہدایتیں ملنا شروع ہو گئیں لیکن صحیح معنوں میں وہ لوگ بھی اس معمے کو حل کرنے میں ناکام رہے۔ اور کوئی معقول تجویز نہ پیش کر سکے۔ شام کو جب حیات خاں دفتر سے رخصت ہونے لگے تو ان سے ایک بوڑھا برہمن آ کر ملا۔ یہ بڑے میاں بھی پولیس کی ملازمت میں تھے اور بہت پہلے جنگلی جانوروں کو پنجروں میں پھانسنے کا کام کیا کرتے تھے۔ انھوں نے جب اپنے بڑے حاکم کے نقصان کی خبر سنی تو ان کا دل نہ مانا اور رضاکارانہ طور پر اس نادیدہ قاتل کو زندہ پکڑنے کا ارادہ ظاہر کیا اور خاں صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس کی اجازت دے دیں۔ اس نے بڑے دعوے کے ساتھ کہا۔

"..... اگر وہ کوئی بھوت بھی ہوا، حضور! تب بھی میں اسے معاف نہیں کروں گا اور اس کے کان پکڑ کر آپ کے سامنے لا حاضر کروں گا۔"

لیکن حیات خان نے یہ تجویز حقارت سے ٹھکرا دی۔ جہاں دیدہ بوڑھے نے بھی اس وقت مزید اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ایک فرمانبردار غلام کی

www.taemeernews.com

کی طرح فوراً خاموشی اختیار کر لی۔

دوسرے رات کو ایک اور پالتو کتے کی باری آگئی۔ مسٹر کیمپ بل کا یہ چھوٹی نسل کا فوکس ٹیریر، ان کے اپنے ہی برامدے میں مار دیا گیا تھا۔ اور اس بار پھر کسی نے کوئی ہلکی سی آواز بھی نہیں سنی تھی بلکہ اس بار تو وہاں خون کے دھبوں کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہ چھوڑا گیا تھا۔ حیات خاں کو جب اس حادثہ کی خبر ملی تو وہ اسی وقت جائے واردات پر پہنچے لیکن باوجود کوشش کوئی بھی کارآمد سراغ نہ لگا سکے۔

اس کے بعد دو دن تک سکون رہا۔ لیکن تیسرا دن خالی نہیں گیا اور اسی طرح پھر خاموشی سے ایک کتا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ البتہ اس بار یہ ضرور ہوا کہ ایک مالی نے حملہ آور کو دیکھ لیا۔ لیکن اس نے درندے کا جو سراپا بتایا اس سے بھی کوئی واضح اور صاف شکل نہ بن سکی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ کون سا جانور ہے اس پر کالی کالی اور بھوری بھوری لمبی دھاریاں پڑی ہوئی تھیں وہ بہت بڑا تھا بالکل گدھے کے برابر اور خوب موٹا تازہ۔ وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہ دیکھ سکا۔ اس لیے کہ اس کے کہنے کے مطابق وہ ایک سائے کی طرح آیا اور چھلاوے کی طرح ایک دم غائب بھی ہو گیا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ جب وہ کتے کی طرف بڑھ رہا تھا تبھی اس کی نگاہ اتفاقاً اس پر پڑ گئی تھی۔ اس نے حملہ کرتے وقت کوئی آواز نہ نکالی اور اچانک بے خبری کے عالم میں کتے پر جا پڑا اور ایک دم اس کا گلا اپنے بھاری اور مضبوط جبڑے میں دبا کر ایک ہی جھٹکے میں اس کی موٹی زنجیر اس طرح توڑ دی جیسے وہ زنجیر لوہے کی بنی ہوئی نہ ہو بلکہ کمزور سوت کے دھاگے سے بنی ہو۔ زنجیر توڑنے کے بعد وہ کتے کو اسی طرح منہ میں دبائے دبائے باغ کی طرف چلا

www.taemeernews.com

گیا اور یہ سارا کھیل بس چند لمحوں میں ہی پورا ہوگیا۔

یہ راز اور گہرا ہوگیا جب کچھ دن بعد کسانوں کا ایک وفد حیات خاں کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ یا تو وہ ان کی حفاظت کے لیے پولیس کا بندوبست کریں ورنہ انھیں منظوری دیں کہ وہ بندوق وغیرہ رکھ کر اس نادیدہ دشمن سے اپنی حفاظت کر سکیں۔ اُن لوگوں کا بھی ایک کتا اور ایک گھوڑا مارا جا چکا تھا اور اسی لیے وہ سخت فکر مند تھے کہ آئندہ کہیں کوئی اس سے بڑا حادثہ نہ ہو جائے۔ اُن میں سے بھی ایک آدمی نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے خونی درندے کو دیکھا ہے۔ اس نے بتایا کہ آج رات وہ کھیتوں کو دیکھتا بھالتا اپنی فالیز کی طرف جا رہا تھا چونکہ خربوزے تربوزوں کی فصل تیار ہو رہی ہے اور کبھی کبھی چور رات کی سیاہی کا فائدہ اٹھا کر ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں اس لیے وہ رات میں ایک دو بار گھوم پھر کر اس طرف ضرور چلا جاتا ہے۔ جب وہ آخری بار فالیز کی طرف گیا تو اس وقت رات کے تین بجے ہونگے۔ دن نکلنے میں ابھی خاصی دیر تھی۔ آسمان پر اکا دُکا بادل ہولے ہولے تیرتے پھر رہے تھے اور ان کی وجہ سے چاند کی روشنی زمین پر رک رک کر پڑ رہی تھی کہ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک سفید لومڑی تیزی سے اس کے سامنے سے گزری اور ایک ٹیلے پر چڑھنے لگی۔ ٹیلے پر چڑھتے چڑھتے وہ بھی کچھ ٹھٹکی اور گردن گھما کر اُس کی طرف دیکھا۔ اس کے کھڑے کان اور گچھے دار دُم دیکھ کر تو اب کسی شک کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔ اسے بڑی فکر ہوئی کہ سفید لومڑی جیسے کسی نایاب جانور کا اتنے تردد کے تڑکے دیکھنا کہیں کسی حادثے یا انہونی بات کا پیش خیمہ نہ ہو۔ لومڑی کے پیچھے پیچھے اس نے بھی جلدی جلدی قدم بڑھائے اور ٹیلے پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ وہ

www.taemeernews.com

کس طرف نکل گئی۔ اس کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ ٹیلے پر اس نے جو نظارہ دیکھا وہ اس کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔ اس کے گھوڑے کو جو ایک لمبی رسی کے سہارے بندھا ہوا وہاں گھاس چر رہا تھا، کسی درندے نے دبوچ رکھا تھا۔ گھوڑا کھڑا ہونے کی کوشش میں زور زور سے لاتیں چلا رہا تھا۔ اور اس چالاک قاتل نے اس کے مضبوط سموں کی ضرب سے بچتے ہوئے۔ پشت کی طرف گھوڑے کی گردن میں دانت گاڑ رکھے تھے جس سے گاڑھا گاڑھا خون رس رہا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق قاتل بہت بڑا تھا، اور کالی بھوری دھاریوں والا ایک ایسا درندہ تھا جو اس سے پہلے نہ تو اس نے دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔ وہ خوف کے مارے بت بنا ہوا اپنی آنکھوں کے سامنے اسے قتل ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کچھ کرنا تو درکنار اس کے منھ سے آواز تک نہ نکلی۔ اس نے دیکھا کہ وہی سفید بوڑھی پھرتی سے ایک طرف سے آئی اور اس عفریت سے اپنا جسم رگڑنے لگی۔ بڑا درندہ فوراً چوکنا کھڑا ہو گیا اس نے اپنا بھاری سر ٹیڑھی سے کسان کی طرف گھمایا اور چمک سے محروم سیاہ آنکھوں اور خون آلودہ جبڑے والا اپنا مکروہ اور خوفناک چہرا اس کے سامنے کر دیا۔ اس کے نتھنوں سے ایک درشت اور نہایت مکروہ سی آواز خارج ہوئی اور لمبے لمبے دانتوں والا اس کا بھیانک، خون آلودہ منھ کچھ اور کھل گیا درندے کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر کسان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی اور وہ ایک کٹے ہوئے پیڑ کی طرح غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ کافی دیر کے بعد جب غشی کا دور ختم ہوا اور اس کے ہوش و حواس درست ہوئے تو اس نے دیکھا کہ وہ عجیب جانور اور اس کی دوست، دونوں وہاں سے جا چکے ہیں۔ گھوڑا بالکل ٹھنڈا پڑ چکا ہے اور اتنی دیر میں

www.taemeernews.com

اس کی گردن کا آدھے سے زیادہ گوشت بھی وہ موذی صاف کر گیا ہے۔
اس خبر کے سنتے ہی، حیات خاں فوراً اس جگہ پہنچے اور بہت غور سے مردہ گھوڑے کے آس پاس کی زمین کا معائنہ کرنے لگے لیکن اس بار بھی پنجوں کے نشانوں نے ان کی رہنمائی نہیں کی، کیونکہ پہلے کی طرح وہ بھی آگے جاکر پہاڑیوں میں خلط ملط ہو گئے تھے۔ وہ ان کی شکل اور چوڑائی دیکھ کر پھر الجھن میں پڑ گئے اور حسبِ سابق کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہ کر سکے کہ آخر قاتل کون سا جانور ہے۔ بالآخر انہوں نے یہ طے کیا کہ آج رات وہیں بیٹھ کر قسمت آزمائی کریں۔ ممکن ہے آج ہی اس سے ٹکراؤ ہو جائے چونکہ مردہ گھوڑے کو دیکھ کر گدھ وغیرہ آسمان میں منڈلانے شروع ہو گئے تھے۔ اس لیے انھوں نے، ان مُردار خوروں سے بچانے کے لیے گھوڑے پر پتیاں اور کانٹے دار جھاڑیاں ڈلوا دیں۔ اس کے بعد پاس ہی ایک مناسب پیڑ پر اُن کے لیے مچان باندھ دیا گیا اور پھر سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے۔ شام کے کھانے سے فارغ ہو کر، سورج غروب ہونے سے پہلے ہی حیات خاں اکیلے ہی وہاں آ گئے۔ اور انھوں نے مردہ گھوڑے کے اوپر سے جھاڑیاں وغیرہ ہٹا کر دور پھینکیں اور خاموشی سے مچان پر جا کر بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد سورج غروب ہو گیا اور چاروں طرف رات کی سیاہی اور جھینگروں کے شور کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ کچھ دیر بعد چاند کی روشنی نے سیاہی کو تو بہت حد تک کم کر دیا لیکن حشرات الارض کا راگ الاپنا بدستور جاری رہا۔ چونکہ آس پاس زیادہ پیڑ نہیں تھے، اس لیے وہاں کی ہر چیز چاند کی روشنی میں صاف نظر آ رہی تھی اور حیات خاں کو اطمینان تھا کہ

www.taemeernews.com

اگر وہ دوبارہ یہاں آگیا تو پھر کسی حالت میں بچ کر یہاں سے نہ جا سکے گا۔ اسی امید میں جاگتے جاگتے صبح کے چار بج گئے۔ لیکن انھیں کہیں کوئی ہلکی سی جنبش بھی دکھائی نہ دی اور ان کی آنکھیں اور رائفل، قاتل کا خیر مقدم کرنے کے لیے ترستی ہی رہے۔ آخر اس انتظار سے تنگ آکر جب وہ تکلیف دہ طویل بیداری کے بعد مچان سے اترنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ان کی نگاہ سقیہ لومڑی پر پڑ گئی۔ جس کا چرچا وہ کئی بار سن چکے تھے۔ انھوں نے فوراً اس کے آس پاس نگاہیں گھما کر دیکھا لیکن دور دور تک کوئی دوسرا نفس نظر نہ آیا۔ لومڑی بڑی تیزی سے جھاڑیوں میں سے بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اب ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور ٹریگر پر دباؤ دینے کے لیے بے چین انگلی کی حرکت پر انھوں نے رائفل اٹھالی اور جلدی سے اس طرف ایک فائر جھونک دیا۔ لیکن چونکہ رات کی خنکی اور کچھ دیر پہلے کی ہلکی پھوار کی وجہ سے انکے بازو اکڑ گئے تھے اور دوسرے اتنی مدت میں لومڑی بھی دور جھاڑیوں میں پہنچ چکی تھی اور وہاں بس ایک سائے کی طرح ہی دکھائی دی تھی اس لیے انکا نشانہ کارگر ثابت نہ ہوا مجبوراً جس طرح خاموشی سے آئے تھے اسطرح چپ چاپ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

دوسرے دن پولس ہیڈ کوارٹر کا وہی بڑھئی جس نے اسے زندہ پکڑنے کا منصوبہ بنایا تھا، پھر حیات خاں کی خدمت میں جا پہنچا اور سناٹ لفظوں میں اپنی سابقہ پیش کش پھر ان کے سامنے رکھ دی۔

"..... بس ایک بار حضور اجازت دے دیں، پھر دیکھیں میں کیا گل کھلاتا ہوں ....." اس نے بڑے جوش میں کہا۔ بوڑھے بھوم سنگھ کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ اپنی حکمتِ عملی سے اس احمق جانور کو ضرور گرفتار کرلے گا۔ وہ اس وقت اس طرح

www.taemeernews.com

بضد ہوا اور اس انداز سے اپنے منصوبے کی پیروی کی کہ حیات خاں کو اپنا پہلا فیصلہ تبدیل کرنا پڑ گیا اور با دل ناخواستہ انھوں نے اُسے منظوری دے ہی دی۔ بھوم سنگھ کو پنجرا تیار کرنے کے سلسلے میں لکڑی اور لوہا خریدنے کے لیے تیس روپے دلائے گئے اور اُس نے اسی وقت سے اسکی تیاری کا کام شروع کر دیا لیکن بھوم سنگھ نے دن رات ایک کر کے جو پنجرا تیار کیا، وہ بالکل بھدّا اور عجیب بھونڈی شکل کے کٹھ گھر کی طرح تھا اور بظاہر اس میں کوئی خصوصیت اور خوبی نظر نہ آتی تھی۔ پنجرا تیار ہو گیا۔ بوڑھے بڑھئی کی تجویز کے مطابق اب صرف اس میں ایک بازار و کتّا باندھ کر کسی مناسب جگہ پر رکھ دینے کا کام اور باقی رہ گیا تھا لیکن جب سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اس کمزور عجوبے کو دیکھا تو وہ غصّے کے مارے آپے سے باہر ہو گئے۔

"کیا تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟" وہ غصّے سے چلّائے۔ "کیا تم توقع کرتے ہو کہ ایک شیر کو اس میں پکڑ لو گے؟ جانور کی بات تو الگ رہی، اسے تو ایک بچّہ بھی آسانی سے توڑ سکتا ہے۔ میں تمھیں خبردار کیے دیتا ہوں کہ اگر تمھاری غفلت سے کوئی حادثہ ہو گیا یا اگر تم ناکام رہے تو لوگوں کو دھوکا دینے اور بے وقوف بنانے کے جرم میں تمھیں حوالات میں بند کر دونگا۔"

پولیس آفیسر کی اس دھمکی کے باوجود بوڑھے نے پنجرے میں ایک کتّا باندھ کر اُسے آبادی کے پاس ایک جگہ لگا ہی دیا۔ بدنصیب اور خوفزدہ کتّا پنجرے میں بندھا بندھا ساری رات شور مچاتا رہا۔ وہ اتنے زور زور سے چلایا کہ اس نے آس پاس کے رہنے والوں کی نیندیں حرام کر دیں کتّا ساری رات ایک سی آواز میں چلاتا رہا تھا لیکن پھر بھی وہ اس درندے کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں ناکام رہا۔ بوڑھے میاں

www.taemeernews.com

بھی پنجرے سے کچھ فاصلے پر ایک جگہ چھپے ہوئے بیٹھے رہے اور انھوں نے بھی ساری رات جاگتے ہی گزار دی۔ انھیں ایک رات کے ضائع ہو جانے کا افسوس تو ضرور تھا لیکن کسی بھی حالت میں وہ نا امید نہیں ہوئے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ آخر کار وہ کامیاب ہو کر ہی رہیں گے۔

گھر پر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد جب وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوئے تو انھیں پھر حیات خاں کے غصے کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ خاں صاحب نے بتایا کہ صبح سے کئی آدمی آ کر شکایت کر چکے ہیں کہ ساری رات کتا اُن کے کانوں کے پاس چلاتا رہا جس کی وجہ سے وہ مطلق نہ سو سکے۔ اس کے علاوہ وہ کتے کے رونے کو بڑی بدشگونی سمجھتے تھے اور انھیں قطعاً یہ منظور نہ تھا کہ ان کے محلے میں اس طرح کی منحوس آوازیں پھر سنائی دیں۔

ان شکایتوں سے تنگ آ کر حیات خاں نے بھوم سنگھ کو تاکید کی کہ وہ اپنی اس بازی گری کو بند کر دے اور اس انوکھی ایجاد کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھے۔ لیکن بھوم سنگھ نے اس بار پھر جاب ان کے حکم پر سرِ تسلیم خم نہیں کیا بلکہ بڑی خوشامد اور لجاجت کے ساتھ گڑگڑا کر درخواست کی کہ وہ دو دن کی مہلت اور دے دیں۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ اب وہ زندہ کتا نہیں باندھے گا۔

"حضور! میں کسی بھی طرح ناکام نہیں ہوں گا" اُس نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تھا "... آپ مجھے بیوقوف اور ایک ضدی احمق سمجھ رہے ہوں گے لیکن میں ان جنگلی جانوروں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف ہوں اور انہیں اپنے بچوں سے بھی زیادہ بہتر طریقے پر جانتا ہوں۔ حالانکہ میں نے ابھی پوری طرح اس پر غور نہیں کیا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ خونی جانور

www.taemeernews.com

کوئی اور نہیں بلکہ صرف ایک عمر رسیدہ لگرڈ بگڑ (چرخ) ہے اور وہ بھی مادہ ۔ مجھے آپ صرف دو راتوں کو اور کوشش کرنے دیجئے۔ پھر بھی اگر میں کامیاب نہ ہوا تو آپ کو اختیار ہوگا۔ اس کے بعد آپ جو بھی سلوک میرے ساتھ کرنا چاہیں کریں۔ مجھے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔۔۔"

بوڑھے کی باتیں سُنکر حیات خاں کا غصہ کم ہوگیا اور کافی خوشامد اور یقین دہانیوں کے بعد بہر حال انھوں نے اُسے اجازت دے ہی دی۔

بھوم سنگھ نے وہ پورا دن ان مختلف مقامات کے معائنہ میں صرف کیا جہاں جہاں وہ پرندہ دیکھا گیا تھا یا اس نے وارداتیں کی تھیں۔ وہ پانی کی گزرگاہوں اور کھیتوں پر بھی گیا اور ان لوگوں سے بھی ملاقات کی جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نے اُسے دیکھا ہے۔ بظاہر اس کی تفتیش کوئی مفید اور کارآمد ثابت نہیں ہوئی کیونکہ وہ ایسے موقعوں پر منھ ہی منھ میں بڑبڑاتے اور بار بار گردن کو اِدھر اُدھر ہلاتے ہوئے دیکھا گیا جیسے ان انکشافات نے اُسے مطمئن نہیں کیا ہے۔

وہ پتنگ بازی کا زمانہ تھا۔ بڑھئی تھک کر راستے میں ایک جگہ پانی کے کنارے بیٹھ گیا تھا کہ اس نے آسمان میں دو پتنگیں اُڑتی ہوئی دیکھیں۔ وہ کھلی فضا میں لہرا لہرا کر آنکھ مچولی کا کھیل کھیل رہی تھیں، کبھی تو وہ کترا تی ہوئی دور نکل جاتیں اور کبھی ایک دوسرے کے پیچھے لپکنے لگتیں۔ آخر اس کے دیکھتے دیکھتے وہ باہم ٹکرا ہی گئیں۔ ان میں پینچ پڑ چکا تھا۔ انھیں دیکھ کر معاً بڑھئی کے دماغ میں ایک خیال اُبھرا اور وہ جوش کے عالم میں ایک دم کھڑا ہوگیا۔ اس کے دماغ نے سفید لومڑی کے وجود پر غور کرنا شروع کر دیا تھا۔ جو کسی نہ کسی شکل میں قائل سے منسلک تھی اور جسے غلطی سے اس نے اب تک کوئی اہمیت نہ دی تھی۔

www.taemeernews.com

اب بھوم سنگھ نے زندہ کتے کی جگہ مردہ کتے کو باندھنے کے بعد اس بدنام پنجرے میں ایک زندہ چوزے کا بھی اضافہ کر دیا تھا۔ چوزے کو سلاخوں کے پاس پھڑپھڑاتے اور مرے ہوئے کتے کی بدبو ہوا میں تحلیل ہوتی ہوئی چھوڑ کر وہ بجائے زمین پر کہیں بیٹھنے کے اس بار کچھ فاصلے پر ایک پیڑ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور احتیاطاً اپنے آپ کو پتوں میں اچھی طرح چھپا لیا۔ وہ آج بھی ساری رات جاگ کر نگرانی کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا — تھوڑی دیر بعد خوب اندھیرا پھیل گیا اور ندی نالوں سے جھینگر اور مینڈکوں کے بولنے اور سڑانے کی مسلسل آوازیں آنے لگیں جس کی وجہ سے ماحول میں ایک عجیب سا تناؤ پیدا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہلکی ہلکی پھوار بھی پڑنا شروع ہو گئی جس نے ان آوازوں کو اور بھی پراسرار بنا دیا۔

بھوم سنگھ کو ساری رات جاگتے ہی گزر گئی۔ وہ تکلیف دہ حالت میں بغیر ہلے جلے ایک ڈالی سے چپکا بیٹھا رہا تھا۔ بارش اور تیز ہوا کی وجہ سے جیسے تیسے رات کے دو بجے تک تو جاگتا رہا۔ لیکن اب اس کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی اور مزید اسی طرح بیٹھے رہنا اس کے لیے ناممکن ہو گیا تھا، اس لیے اس نے ارادہ کیا کہ کسی مناسب جگہ پر لیٹ کر اپنی کمر سیدھی کر لے۔ وہ اترنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک ایک زوردار کھٹاک، کی آواز سنائی دی۔ پنجرے کا دروازہ جھٹکے کے ساتھ بند ہو چکا تھا۔ وہ بڑے جوش میں جلدی جلدی پیڑ سے اترا اور جھاڑیوں سے الجھتا الجھاتا پنجرے کی طرف بڑھا۔ وہ یہ جاننے کے لیے بیقرار ہو رہا تھا کہ آخر اس نے کون سا جانور پھنسا لیا ہے۔ اس کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ پنجرے کے اندر ایک دیو قامت گڑبھگ

www.taemeernews.com

بند ہو چکا ہے۔ اور اس کی ٹانگوں کے قریب وہی سفید لومڑی بھی کھڑی ہے جس کا تذکرہ اس نے بارہا سنا تھا۔ لگڑ بھگا اتنا بڑا تھا کہ اس کی وجہ سے پنجرا بالکل بھر گیا تھا اور اتنی جگہ بھی نہ رہی تھی کہ وہ آرام سے آگے پیچھے ہو سکے۔ وہ اپنے پچھلے دھڑ کے سہارے بیٹھا ہوا، اپنے طاقتور سر سے بار بار پنجرے کی چھت میں ٹکریں مار رہا تھا۔ وہ اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح اوپر کا تختہ توڑ دے۔ جہاں دیدہ بوڑھے نے اس کے چہرے کی ایک جھلک دیکھتے ہی سمجھ لیا تھا کہ لگڑ بھگے کی آنکھیں روشنی سے قطعی محروم ہیں۔

جب وہ پنجرے کے کچھ اور قریب گیا تو لومڑی نے اس کی طرف منھ کر کے زور سے پھسکار ماری۔ فوراً ہی لگڑ بھگے نے اپنی گردن اس طرح گھمائی۔ اس نے اپنی ناک سکیڑی اور غضب ناک ہو کر نہایت دلدوز انداز میں حلق سے مکروہ آوازیں نکالنی شروع کر دیں۔ بوڑھے نے جلدی سے ایک بڑی لکڑی اٹھائی اور اس کی مدد سے لگڑ بھگے کو اچھل کود سے باز رکھنے اور پنجرے کو توڑنے کی اس کی کوششوں کو روکنے کی جدوجہد میں لگ گیا۔ جب بھی وہ پنجرے کی چھت توڑنے کی کوشش کرتا تو یہ فوراً لکڑی اس کے منھ پر جھونک دیتا اور وہ غصے میں اسے ہی دانتوں میں پکڑ کر چبا ڈالتا۔ آخر دسیوں لکڑیاں اس طرح منھ میں چبوا دینے کے بعد خدا خدا کر کے دن نکلا اور اس کے ساتھی مدد کے لیے پہنچ گئے۔

جلدی جلدی ایک بہت بڑا اور مضبوط پنجرا فراہم کیا گیا تاکہ دونوں کو اس میں منتقل کر کے چڑیا گھر بھیجا جا سکے۔ جب انھیں نئے پنجرے میں منتقل کیا جا رہا تھا تو لومڑی کو اپنی پھرتی اور مکاری دکھانے کا موقع مل گیا اور وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ لگڑ بھگا بہرصورت چڑیا گھر پہنچ گیا لیکن

www.taemeernews.com

لیکن اس نے وہاں کھانے پینے سے قطعی انکار کر دیا اور اپنی گرفتاری کے ٹھیک ایک ہفتے بعد بھوکا پیاسا رہ کر مر گیا۔ جانوروں کے معالج اور ان کے ماہروں نے بڑے اہتمام اور توجہ کے ساتھ اس کی لاش کا طبی معائنہ کیا۔ وہ باتفاق رائے اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کے دماغ میں ٹھوکر پیدا کرنے والے غدودوں کے اندر وہ بیماری پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مریض کے جسم کی تمام ہڈیاں اپنی عام جسامت سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے ہم جنسوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ جسیم اور قد آور ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مرض میں ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ سینے کی ہڈیاں بڑھ کر دل کو دبا لیتی ہیں اور مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ہڈیوں کے پھیلنے اور بڑھنے کی وجہ سے سب سے پہلے آنکھیں ہی متاثر ہوتی ہیں اور ان کی بینائی بالکل جاتی رہتی ہے۔ یہ لکڑ بھگا بھی اسی مرض کا شکار تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ سفید لومڑی اور بڑے لکڑ بھگے میں بڑا گہرا تعلق قائم ہو چکا تھا اور اس میں یقیناً کچھ اس طرح کا خاموش لیکن پکا معاہدہ ہو گیا تھا جس کی اکثر مثالیں جنگلی جانوروں میں مل جاتی ہیں۔ لومڑی، اندھے لکڑ بھگے کی رہنمائی کرتی تھی اور وہ اپنی زبردست طاقت سے منتخب زندہ جانور کو آناً فاناً مار دیتا تھا اور اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کی مدد سے اپنی زندگی گزار رہے تھے۔

www.taemeernews.com

ریچھ ہی ریچھ

ہمارا نیا مکان دیہائے اٹنارکو (ATNARKO) کے پاس جہاں لواسم (LONBSOM) جھیل ہے ایک پہاڑی کے پاس واقع ہے۔ یہ ۵۷ء کی گرمیوں کی بات ہے۔ ہمیں اس نئے مکان میں رہتے ہوئے ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ ایک دن جب میری بیوی ٹروڈی (TRUDY) نیچے باغیچے سے دوپہر کے کھانے کے لیے کچھ سبزی وغیرہ لینے کے لیے گئی تو اچانک اس کی مڈبھیڑ ایک موٹی ریچھنی سے ہوگئی جو اپنے دو بچوں کے ساتھ کیاریوں میں مرگشت کر رہی تھی۔

ٹروڈی اُسے دیکھتے ہی وہاں سے الٹے پیروں بھاگ آئی۔ جب وہ ہانپتی کانپتی میرے پاس آئی تو ڈر کے مارے اس کا منھ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ دیکھتے ہی مجھے خیال ہوا کہ شاید کسی بھڑ نے اسے ڈنک مار دیا ہے لیکن جب اس کے اوسان بحال ہوئے تو صحیح صورت حال کا علم ہوا۔

اس باغیچے میں ہم نے اپنے گھریلو استعمال کے لیے مختلف قسم کی سبزی ترکاریاں لگا رکھی تھیں۔ تھوڑے بہت پھل پھلواری کے پودے بھی تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ان کے لگانے میں ہم نے جس محنت، تو جہ اور لگن سے کام کیا تھا۔ وہ ہر ایک کے بس کا روگ ہے بھی نہیں۔ اس محنت کا

www.taemeernews.com

خاطر خواہ نتیجہ نکلا تھا۔ اور ہماری کیاریاں واقعی بڑی تیزی سے پھل پھول رہی تھیں۔

ریچھوں کی خبر ملتے ہی میں نے تیزی سے باغیچے کی طرف دوڑ لگائی لیکن جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ہماری بھری کیاریوں کا کافی بڑا حصہ پوری طرح برباد ہو چکا تھا اور ریچھ یا اس کے بچوں میں سے کوئی بھی اب وہاں موجود نہیں ہے۔ ان کی لوٹ کھسوٹ سے وہ پودے تو خیر کیا بچتے جن میں پھلیاں وغیرہ اوپر لگتی ہیں، اُن کم بختوں نے تو زمین کھود کر آلو اور زمین قند وغیرہ کی تمام فصل بھی الٹ پلٹ کے رکھ دی تھی اور چاروں طرف کیاریوں میں بڑے بڑے غار ہی نظر آ رہے تھے۔

ریچھنی اور اس کے بچوں کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ یہ بڑے تعجب کی بات تھی کہ مادہ ریچھ جس کے ساتھ بچے بھی ہوں — بھاگنے میں ایسی پھرتی دکھائے۔ بہرحال اس وقت تو وہاں سے ضرور چمپت ہو گئی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ بچوں کو لے کر زیادہ دور ہرگز نہ گئی ہو گی اور موقع ملتے ہی دوبارا اس مفت کے دسترخوان پر دعوت اُڑانے میں قطعی نہ ہچکچائے گی۔ ہمارا یہ گھر شہری آبادی سے بہت فاصلے پر تھا۔ اس لیے ہمیں اپنی روزمرہ کی گزر اوقات کے سلسلے میں کئی معاملوں میں اپنی ہی کوششوں پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ ویسے بھی اب چونکہ سخت سردیوں کا زمانہ شروع ہونے والا تھا۔ اس لیے ہمیں اور بھی تشویش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اپنی کھیتی کو ان ڈاکوؤں سے بچائیں۔ اور اس کی پوری طرح حفاظت کریں۔

ہمارا ایمان ہے کہ بے ضرورت کسی کی جان نہ لینا چاہئے۔ اور اس معاملے میں ٹروڈی اور میں دونوں ہی ہم خیال ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی ہم

www.taemeernews.com

اتنے اہنسا وادی بھی نہیں ہیں کہ خوراک کے لیے بھی گوشت حاصل نہ کریں یا دشمنوں سے بچاؤ کی صورت میں بھی تکلیف برتیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ موجودہ معاملے میں بھی ہماری یہ قطعی خواہش نہیں تھی کہ ریچھوں کے پورے کنبے کا ہی صفایا کر دیا جائے۔ لیکن بظاہر اس کے علاوہ کوئی دوسرا حل بھی تو نظر نہ آتا تھا ظاہر ہے اگر ہم ریچھنی کو مار دیتے تو مجبوراً اسکے بچوں کو بھی ٹھکانے لگانا ضروری ہو جاتا۔ کیونکہ ماں کے مر جانے کے بعد بھوک میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم دینے سے بہر حال یہ بہتر ہوتا کہ ان کی تکلیف کو ایک دم ہی ختم کر دیا جاتا ——

سٹروڈی کے والدین ہمارے قریب ترین پڑوسی تھے لیکن یہ قریب ترین پڑوسی بھی ہمارے مکان سے بیس میل سے اِدھر نہ رہتے تھے۔ انھیں جیسے ہی اس واردات کی خبر ملی تو سٹروڈی کے والد مسٹر ایڈورڈ اسی وقت ہماری مدد کے لیے چل پڑے۔ ایڈورڈ صاحب بھی ہماری اس خصلت سے واقف تھے کہ ہم بے جا خون خرابے کے قایل نہیں ہیں۔ اس لیے شام کا کھانا کھانے کے بعد جب اس مسئلے پر بات چیت شروع ہوئی تو انھوں نے مشورہ دیا کہ بجائے ریچھنی کو مارنے کے اگر اس کا صرف ایک بچہ ہی مار دیا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا۔ انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ اس طرح ریچھنی ڈر جائے گی اور اپنے دوسرے بچے کو حفاظت سے نکال لے جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھے گی اور پھر ظاہر ہے وہ آئندہ کبھی اِدھر کا رُخ نہ کرے گی۔ تین خون کرنے کے بجائے صرف ایک کو ٹھکانے لگانے والی بات ہمارے بھی جی کو لگی اور اس لیے میں نے اس تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

www.taemeernews.com

ہم نے اُسی رات سے باغیچہ کے پاس کھلی ہوئی ایک مناسب جگہ پر سونا شروع کر دیا۔ میری ۹۴ نمبر ماڈل والی ۳۰/۳۰۔ ونچیسٹر انفل میرے پہلو میں ریچھوں کی مزاج پرسی کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھی مگر مسلسل تین راتوں تک اس کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ لیکن چوتھی رات کے اختتام پر جب صبح کا اُجالا پھیلنا شروع ہو گیا تھا تو وہی موٹی دیوانی مع اپنے بچوں کے پھر آدھمکی اور پہلے کی طرح کیاریوں کو الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ اس کی آواز سنتے ہی میں نے جلدی سے رائفل اٹھالی اور ابھی میں نے ٹھیک طرح گردن اس کی طرف گھمائی بھی نہ تھی کہ اس مکار بوڑھیا نے مجھے دیکھ لیا اور بڑی تیزی سے بچوں کو اپنے ساتھ لگائے جنگل کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ میں نشانہ لے کر فائر کروں وہ درختوں کے عقب میں پہنچ کر غائب ہو گئی۔

میں نے بھی اس وقت کاہلی اور سستی کا مظاہرہ نہیں کیا اور تیزی سے اس کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ مجھے بہت زیادہ دور تک اس کا پیچھا نہیں کرنا پڑا۔ میں انھیں دیکھ نہیں پا رہا تھا لیکن مجھے اپنے آگے آگے گھنی جھاڑیوں میں ان کے بھاگنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ بالآخر ایک دو منٹ کی کوشش کے بعد ریچھنی کے ایک بچے کی جھلک مجھے نظر آ ہی گئی اور ٹھیک اسی وقت میری رائفل سے ایک شعلہ نکلا اور دھماکے کے ساتھ کسی کے زمین پر تڑپنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ریچھنی سے دو دو ہاتھ کرنے کا پہلے سے ہی میرا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس لیے جب میں نے دیکھا کہ فائر کے بعد بھی وہ مقابلے پر نہیں آئی ہے اور برابر آگے کی طرف بھاگی جا رہی ہے تو میں نے بھی پیش قدمی روک دی اور وہاں

www.taemeernews.com

سے اپنے پڑاؤ پر واپس آگیا۔

صحیح صورتِ حال جاننے کے لیے میری طبیعت بے چین ہو رہی تھی۔ اس لیے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر کوئی دو گھنٹے بعد میں پھر اسی جگہ کے لیے چل پڑا اور بہت آہستہ اور خاموشی کے ساتھ چلتا ہوا ٹھیک اسی مقام پر پہنچ گیا جہاں میں نے فائر کیا تھا۔ مجھے وہاں بچے کی لاش وائش تو نظر نہیں آئی لیکن خون کے دھبے اور گھسیٹے کے نشان ضرور مل گئے۔ گھسیٹنے کے نشان کانٹے دار جھاڑیوں کی سمت جا رہے تھے۔ میں بھی زیادہ محتاط اور چوکنا ہو کر اس کے ساتھ ساتھ بڑھنے لگا۔ کوئی تیس فٹ چلنے کے بعد جھاڑ جھنکاڑ اور سوکھی پتیوں کے ایک چھوٹے سے ڈھیر کے پاس پہنچ کر وہ نشان ختم ہو گئے۔ ریچھنی نے اپنے مردے کو یقیناً اس ڈھیر میں دفن کر دیا تھا۔

اس ڈھیر کے آس پاس ریچھنی یا اس کے دوسرے بچے کی موجودگی کے بالکل آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن میں نے اپنے ذوقِ تجسس سے مجبور ہو کر کچھ دور اور چکر لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں ابھی مشکل سے دس پانچ قدم ہی چلا ہوں گا کہ ایک بار پھر مجھے حیرانی اور گھبراہٹ کا شکار ہونا پڑ گیا۔ مجھے زمین پر خون کے مزید دھبے دکھائی دیے تھے اور ساتھ ہی پہلے کی طرح کسی کو زمین پر گھسیٹنے کے نشان بھی صاف نظر آ رہے تھے۔ خون کے دھبے ٹھیک اسی جگہ سے شروع ہوئے تھے جہاں میں نے بچے کو مارا تھا۔ میری یہ گھبراہٹ اور پریشانی زیادہ دیر قائم نہیں رہی اور میں فوراً ہی بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور میری سمجھ میں آ گیا کہ آخر یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوا ہے۔

جب میں نے فائر کیا تھا اس وقت ریچھنی کے آگے آگے دونوں بچے قدم

www.taemeernews.com

سے قدم ملائے ایک ساتھ دوڑ رہے تھے۔ وہ اتنے ملے ملے دوڑ رہے تھے کہ میں دوسرے بچے کی موجودگی کا قطعی احساس نہ کر سکا اور میری جلد بازی دونوں معصوموں کی موت کا سبب بن گئی کیونکہ یہ بالکل طے شدہ امر تھا کہ رائفل کی ایک ہی گولی دونوں کے آر پار نکل گئی تھی۔ میں اس کی پوری طرح وضاحت نہیں کر سکتا کہ ریچھنی نے پلٹ کر جب اچانک دونوں بچوں کو خون میں لت پت دیکھا ہوگا تو اس بے چاری کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ لیکن بہر حال اس کے بعد غمزدہ ماں نے دونوں کو ہی دفن کر دیا تھا اور پھر ظاہر ہے اس عظیم اور اندوہناک حادثے نے یقیناً اس کے دل کو بری طرح مجروح کر دیا ہوگا اور وہ خوش دلی یا ٹھنڈے دل دماغ کے ساتھ قدم نہیں اٹھا رہی ہوگی۔

دوسرے مدفن کو بھی ایک نظر دیکھنے کے خیال سے میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ دوسری گھیٹن کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ کوئی دو سو فٹ چلنے کے بعد یہ نشان بھی پہلے کی طرح جھاڑ جھنکاڑ اور پتیوں کے ایک ذخیرے کے پاس ختم ہو گئے اور ٹھیک اسی وقت جب میں اس ڈھیر کے پاس پہنچا ہوں۔ میری نظر موٹی ریچھنی پر پڑ گئی جو وہاں سے ۱۵ فٹ کے فاصلے پر کھڑی بڑی کینہ توز نظروں سے مجھے گھور رہی تھی۔

غرانے اور ڈرانے دھمکانے والی بات تو الگ۔ ریچھنی اسوقت صحیح معنوں میں کوئی بھی آواز نہیں نکال رہی تھی لیکن سور کی طرح اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں مجھ پر پوری طرح جمی ہوئی تھیں اور ان سے شعلے سے نکل رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے غم و غصے نے اسے بالکل ہی دیوانہ بنا دیا ہے۔ اس کی یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ معلوم ہو رہی تھی کیونکہ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جلد ہی کچھ نہ کچھ کر گزرنے کے لیے بالکل تیار

www.taemeernews.com

کھڑی ہے۔

ہم دونوں شاید آدھے منٹ تک بغیر پلکیں جھپکائے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے تھے۔ اس وقت یہ آدھا منٹ بھی مجھے کہیں زیادہ طویل معلوم ہوا تھا۔ حالانکہ ہم دونوں میں سے کسی نے نہ تو پلک جھپکائی تھی اور نہ ہی گردن گھمائی تھی لیکن یکایک ریچھنی میں حرکت ہوئی اور شاید کچھ کر دکھانے کے ارادے سے وہ پوری قوت کے ساتھ میری طرف دوڑ پڑی۔

وہ اتنی تیزی سے میری طرف آئی کہ اس نے آدھے سے زیادہ راستہ چشم زدن میں ہی طے کر لیا اور ابھی جب وہ مجھ سے کوئی ۴۰ فٹ کے قریب دور تھی کہ وہ رکی اور ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے پچھلے پیروں پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اب وہ خاموش نہ تھی بلکہ بری طرح غرا رہی تھی اور بڑے زور زور سے گرج رہی تھی اور شدید غصے کے عالم میں اپنی چھوٹی دم کے سرے کو ادھر ادھر بڑی تیزی سے حرکت دے رہی تھی۔ اس کا یہ طیش، یہ غصہ بیجا بھی نہ تھا اور صحیح بات تو یہ ہے کہ اس کے لیے کسی بھی طرح اسے سزاوار نہیں قرار دیا جا سکتا۔

کسی شکاری کے سامنے جب ایسی صورت آجائے تو ایسے موقعوں پر وہ صرف دو باتیں سوچتا ہے۔ اوّل تو یہ کہ کسی طرح درندے کو دھوکا دے کر فرار ہوا جا سکتا ہے؟ اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو کیا اپنی جان بچانے کے لیے مجبوراً جانور کو فوراً ہی مار دیا جانا ضروری ہے؟ لیکن اس وقت میرے پاس اس طرح کی باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ ریچھنی پھر چاروں ہاتھ پیروں پر چلتی ہوئی تیزی سے میری طرح بڑھنے لگی تھی۔ منھ سے کف نکالتی غصے میں

www.taemeernews.com

بپھری ہوئی ریچھنی کی تیزی دیکھ کر میرے بدن کے رونگٹے تک کھڑے ہو گئے۔
اب ایک لمحہ بھی ضایع کرنے کا موقع نہیں تھا۔ وہ مجھ سے کوئی تیس فٹ کے فاصلے پر تھی کہ میں نے انگلی کے اشارے سے سیسے کی گرما گرم گولی اس کے سینے میں اتار دی۔ رائفل کی گولی اس کے دل کا چورا کرتی ہوئی پار نکل گئی اور ریچھنی ایک لمبی قلابازی کھاتے ہی بے دم ہو کر زمین پر گر پڑی۔

یوں تو اس سے پہلے بھی میں برٹش کولمبیا میں کئی بھورے ریچھوں کا شکار کر چکا ہوں۔ لیکن نئے گھر کے پاس اس علاقے میں یہ میرا پہلا ہی ریچھ تھا۔ دریائے اٹنار کو جو سنگلاخ پہاڑیوں سے نکلتا ہے، ہمارے مکان کے جنوب میں بہتا ہے۔ یہ دریا، سامن مچھلی کے لیے مشہور ہے۔ شروع ستمبر سے ہی یہاں ان کی اچھل کود شروع ہو جاتی ہے اور جب دریا میں ہر طرف ان کی گول گول چمکیلی آنکھیں تھرکتی دکھائی دینے لگتی ہیں تو ان کے شکار کے لیے ریچھ بیتابانہ پہاڑوں سے اترنے لگتے ہیں۔ سامن ریچھوں کی مرغوب غذا ہے اور نومبر دسمبر کی سخت سردیوں میں تو وہ ان پر ندیدوں کے سے انداز اس بری طرح ٹوٹتے ہیں کہ بس کچھ نہ پوچھیے۔

ایک بار اس دریا کے صرف سات میل کے گھیرے میں ہی میں نے دس بڑے ریچھوں اور پانچ بچوں کو شمار کیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ سردیوں میں اوسطاً دس بارہ بڑے ریچھ ہمارے مکان کے آس پاس ہر وقت ہی موجود رہتے ہیں۔ ظاہر ہے جب اتنے زیادہ ریچھ ہوں تو گھر سے قدم نکالتے ہی کہیں بھی اور کسی بھی وقت ان سے سامنا ہو سکتا ہے۔

مثلاً مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اکتوبر ۶۵ء کے اختتام پر جب ہم

www.taemeernews.com

اناج کاٹنے، گہانے اور پھٹکنے وغیرہ جیسے تمام کاموں سے فارغ ہوکر اسے محفوظ جگہوں پر رکھ بھی چکے تو ایک دن میں، سٹرو ڈی اور اپنی آٹھ سالہ بچی سوسن کو اوپر پہاڑ کی طرف لیکر چلا تاکہ اپنے چار گھوڑوں کو پہاڑی کیمپ میں جسے ہم بالائی چراہ گاہ بھی کہتے ہیں چھوڑ آئیں۔ یہ کیمپ ہمارے مکان سے ۱۵ میل دور ہے اور ہم کبھی کبھی یہاں بھی اپنا اناج محفوظ رکھتے ہیں۔

چراہ گاہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ہمیں ایک مادہ ریچھ اپنے تین بچوں کے ساتھ گھومتی ہوئی دکھائی دی اور بجائے اسکے کہ ہمیں دیکھ کر اپنے بچوں کے ساتھ ادھر ادھر ہو جاتی وہ ایک دم مشتعل ہوکر آمادہ پیکار ہوگئی۔ میں نے جلدی سے اسکے قریب ایک پیڑ کی طرف بندوق اٹھاکر فائر کر دیا اور نتیجہ میں وہ وہاں سے فرار ہوگئی۔ کیمپ سے واپسی پر بھی ہمیں ریچھ ملے لیکن انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا جب ہم گھر پہنچے تو مکان سے صرف ۱۰ گز دور گھاس کے لان میں ایک دیسی سائز کا ریچھ سرگشت کرتا ہوا نظر آیا۔ یہ ریچھ ریڑا کو نکلا اور ہمیں مکان کی طرف جانے سے روکنے لگا۔ اسے بہتیرا ڈرایا دھمکایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور تب مجھے مجبوراً اسے ٹھکانے لگانا پڑا۔

ریچھ کے بارے میں کوئی بھی بات پہلے سے نہیں بتا سکتا کہ وہ اچانک کب لڑنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ اس لیے حفظِ ماتقدم کے لیے میں جب بھی گھر سے باہر نکلتا ہوں تو چاہے تھوڑی دور ہی کیوں نہ جاؤں اور چاہے کتنے ہی کم وقت کے لیے کیوں نہ جاؤں لیکن میں کبھی خالی ہاتھ باہر نہیں نکلتا اور اپنی رائفل ضرور کندھے پر لٹکائے رکھتا ہوں اور اپنی اس عادت کی وجہ سے میں خود اپنی اور اپنے گھروں کی کھالوں کو درندوں سے بچا سکا ہوں۔

اس واقعے سے کچھ سال پہلے کی بات ہے کہ اس طرح موسم سرما کے آغاز

www.taemeernews.com

میں جب ہم دن بھر کے کام سے فارغ ہو کر کھلیان سے گھر کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں ایک منھ زور ریچھنی سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی اور اس کے غصے کا شکار ہونے سے بس بال بال ہی بچے تھے۔ اس دن ہمیں معمول سے کچھ زیادہ ہی دیر ہو گئی تھی۔ اس لیے جب ہم نے وہاں سے چلنا شروع کیا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ اندھیرا ہونے کے بعد اس طرح جانا تھا تو مصلحت کے خلاف اور عموماً ہم ایسا کرتے بھی نہیں تھے۔ لیکن اس دن چونکہ دن بھر کی سخت محنت کے بعد ہم بری طرح تھک گئے تھے۔ اس لیے ہم چاہتے تھے کہ گھر جا کر ہی جہاں ضرورت اور آرام کی تمام ضروری چیزیں موجود تھیں، آرام کریں۔ اس لیے ہم نے آرام کے لالچ میں خطرہ مول لینا منظور کر لیا۔

یہ آخیر اکتوبر کا مہینہ تھا۔ سامن مچھلیاں بہار پر آئی ہوئی تھیں۔ اور اس لیے ان کے بھوکے شکاری تمام وادی میں ادھر ادھر بکھرے دیوانوں کی طرح گھوم رہے تھے۔ میں اس چھوٹے سے قافلے کے آگے آگے چل رہا تھا سٹرو ڈی سوین کو لیے ہوئے میرے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ اس وقت سوین کی عمر صرف تین سال تھی۔ وہ ایک اندھیری رات تھی۔ اس لیے میں ریچھ کے ان دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو نہ دیکھ سکا۔ جو میرے راستہ میں پہلے سے ہی موجود تھے۔ سب سے پہلی آواز جو میں نے سنی وہ کچھ اس قسم کی تھی جیسے ۲۰، ۳۰ فٹ آگے کوئی چیز بھاگ کر تیزی سے جھاڑیوں میں گھسی ہے۔ اس کے بعد میں نے سنا کہ دو چھوٹے چھوٹے جانور ہوا سے گرے ہوئے سوکھے پتوں پر چل رہے ہیں۔

اس کے بعد جو میں نے آوازیں سنیں وہ بلاشبہ ایک ناراض ریچھ کے گرجنے اور غرّانے کی آوازیں ہی تھیں۔ یہ تیسری آوازیں اس جانور کا پتہ

www.taemeernews.com

دے رہی تھیں جو ہمارے بائیں طرف دریا کے پانچ فٹ اونچے کنارے پر جلدی جلدی چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آوازوں سے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی بھاری بھرکم جانور ہے جلدی ہی مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ مادہ ریچھنی ہے جو مچھلیوں کے شکار کو چھوڑ کر اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے دیوانہ وار چلی آ رہی ہے۔

وہ گرجتی اور غراتی ہوئی پگڈنڈی پر مجھ سے کوئی ۲۰ فٹ کے فاصلے پر نکلی۔ میرا خیال ہے اگر وہ یہ سمجھ لیتی کہ ہم نے اس کے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے اور یہ کہ وہ ہمارے پاس نہیں بلکہ ہم سے دور کسی محفوظ جگہ پر کھیل رہے ہیں تو وہ شاید ہمیں نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی۔ لیکن غلط فہمی کی وجہ سے اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایک دم ہم پر حملہ آور ہو گئی۔

گہری تاریکی کی وجہ سے میں صرف اتنا ہی دیکھ سکا جیسے کوئی کالا سایہ سا ہے۔ جو گرجتا ہوا میری طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اس وقت رائفل میرے ہاتھ میں اپنا فرض نبھانے کے لیے پوری طرح تیار تھی لیکن رات کی سیاہی اتنی گہری اور کثیف تھی کہ شست لینے والی مکھی تو الگ مجھے رائفل کی نال بھی ٹھیک طرح نظر نہیں آ رہی تھی۔ ٹروڈی نے جو میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھی بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا۔ وہ ریچھ کے فوری حملے سے بچنے اور میری راہ میں رکاوٹ نہ بننے کا خیال کرتے ہوئے خود ہی جلدی سے سوسن کو لے کر ایک بڑے پیڑ کے پیچھے چھپ گئی۔

ریچھنی جب مجھ سے کوئی دس فٹ کے فاصلے تک آ گئی تو میں نے رائفل کا رُخ اس کی سمت کر کے یکے بعد دیگرے جلدی جلدی تین فائر اس طرف جھونک دیے۔ فائر ہوتے ہی وہ ایک دم رک گئی اس کا گرجنا اور بڑبڑانا

www.taemeernews.com

بھی بند ہوگیا اور جتنی تیزی سے وہ حملہ آور ہوئی تھی۔ اتنی ہی تیزی سے وہ وہاں سے چمپت بھی ہوگئی اور میں یہ سمجھ ہی نہ پایا کہ آیا وہ زخمی ہوکر بھاگی ہے یا یوں ہی فرار ہوئی ہے۔ آدھے منٹ کے بعد ہی ہم نے ایسی آواز سنیں جیسے ریچھ یا اس کے بچے جھاڑیوں سے الجھتے الجھاتے تیزی سے پہاڑ کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ اس کے بعد کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہوا اور ہم بخیر و خوبی اپنے مکان پر آگئے۔

دوسری صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر میں اس جگہ گیا کہ دیکھوں تو سہی آخر رات کے ہنگامے کا کیا نتیجہ نکلا۔ میرے تین فائروں میں سے صرف ایک فائر ہی کارآمد ثابت ہوا تھا لیکن میں یہ نہ سمجھ سکا کہ گولی ریچھ کے کہاں لگی یا اس نے اسے کتنا نقصان پہنچایا۔ میں نے جہاں فائر کیا تھا وہاں مجھے خون کا ایک دھبہ دکھائی دیا تھا۔ گولی لگنے کے بعد ریچھ جس سمت بھاگا تھا۔ اس طرف بھی پتیوں پر خون کے دھبے نظر آئے تھے لیکن رات کو مزید پتے گر جانے کی وجہ سے آگے چل کر وہ نشانات دکھائی دینا بند ہوگئے۔ میں تقریباً چار گھنٹے تک دریا کے آس پاس اور پہاڑی کے اوپر دور دور تک اسے ڈھونڈتا پھرا لیکن نہ تو وہ خود کہیں دکھائی دی اور نہ مجھے اس کے بچے ہی نظر آئے۔ اس کے بعد پھر کبھی مجھے اس خاندان کی خبر نہیں ملی۔

ان چند حادثوں سے مجھے ریچھوں کو سمجھنے اور ان سے نبٹنے کے لیے کافی سبق مل گیا تھا۔ میں اب ہمہ وقت چوکنا رہتا تھا اور حقیقتاً اس بات کی ضرورت بھی تھی کہ میں ہر وقت ان سے مٹھ بھیڑ کے لیے تیار رہوں۔ اس لیے کہ نہ معلوم آئندہ کب اور کہاں ان سے سامنا ہوجائے۔

سنہ ۶۵ء کی بات ہے کہ ایک دن علی الصبح مجھے گھر سے گایوں کے

www.taemeernews.com

پاڑے کی مرمت کے لیے جانا پڑ گیا۔ جب میں گھر سے چلا ہوں تو صبح کی سپیدی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ پاڑا دریا کے پاس ہمارے مکان سے تقریباً دو میل دور تھا چونکہ مجھے وہاں ایک جنگلے کی مرمت کرنا تھی اس لیے میں اس وقت اپنے ساتھ ایک کلہاڑی بھی لیے ہوئے تھا اور اپنی ۳۰/۳۰ ونچسٹر رائفل نائلوں کی رسی سے باندھ کر گردن میں لٹکا رکھی تھی۔ اس وقت مجھے کسی ریچھ سے ملاقات ہو جانے کی قطعاً توقع نہ تھی۔ کیونکہ بھورے ریچھ اس زمانے میں، جب کہ سامن مچھلیاں بھی دکھائی نہیں دیتیں، شاذ ہی پہاڑ سے اترتے ہیں۔ ہاں البتہ کالے ریچھ یا نیند سے کی جھلک کبھی کبھی ضرور دکھائی دے جاتی ہے۔ بہر حال جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ چونکہ میں نے اپنی عادت بنا لی تھی کہ ہر وقت رائفل ضرور اپنے ساتھ رکھوں، اس لیے اس وقت بھی جبکہ میں صرف ایک بڑھئی کا کام کرنے کے لیے ہی گھر سے نکلا تھا، بغیر رائفل کے نہیں چلا تھا۔

وہ ایک بہترین موسم بہار کا زمانہ تھا جس راستے پر میں چل رہا تھا۔ اس کے بائیں طرف اٹنار کو بہہ رہا تھا اور اس وقت پتھروں سے اس کے پانی کے ٹکرانے کا شور بھی ایک بہترین ساز کا سا لطف دے رہا تھا۔ ان قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہوا، اپنے خیالوں میں مگن، میں جب اس موڑ پر پہنچا جہاں صنوبر اور سپنجل کے درختوں کے درمیان ایک چھوٹا سا صاف اور کھلا ہوا قطعہ بھی تھا اور جہاں سورج کی کرنیں بغیر رکاوٹ کے زمین پر پڑ رہی تھیں تو اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں ایک زبردست قسم کا جفادری ریچھ کھڑا ہے۔ اس طرح یکایک اور خلاف توقع سامنا ہو جانے کی وجہ سے میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میرے پاؤں چلتے چلتے خود بخود رک گئے اور میں ہکا بکا اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ میری حیرت اس لیے بھی بجا تھی کہ اتنا بڑا ریچھ،

www.taemeernews.com

جب کہ بلاشبہ میں سینکڑوں ریچھوں کو دیکھ چکا ہوں، میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔

ریچھ نے مجھے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ یقیناً وہ کم و بیش آدھے منٹ سے، جب سے میں نے پگڈنڈی کے پہلے موڑ پر چلنا شروع کیا تھا۔ تب ہی سے وہ مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ ہماری آنکھیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور بجائے اس کے کہ وہ کچھ دیر تک ایک دوسرے میں الجھی رہتیں۔ وہ ایک دم تیزی سے میری طرف آتی دکھائی دیں۔ میں نے ایک جگہ رکے ہوئے اس کی طرف ایک جھلک ہی دیکھی تھی، شاید سیکنڈ کے دسویں حصے سے بھی کم مدت کے لیے اور اب پلک جھپکتے ہی وہ آندھی طوفان کی طرح میری طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ بڑے ہی وحشیانہ اور جابرانہ انداز میں اور اتنی تیزی کے ساتھ جیسے بس وہ مجھے کچل کے ہی دم لے گا۔ اسکی تیزی کی مثال اُس شکاری کتے سے دی جا سکتی ہے جو شکار کو قریب دیکھ کر ایک دم تیزی سے لپکتا ہے۔ اس نے حملہ کرنے سے پہلے خطرے کی کوئی اطلاع کبھی نہیں دی اور نہ ہی تنبیہاً کوئی ہلکی سی آواز نکالی جیسا کہ درندے عموماً حملہ کرنے سے پہلے کرتے ہیں۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ بہت تیزی اور گھبراہٹ میں ہوا۔ اس لیے مجھے اس کی تفصیل یا صحیح حالات پوری طرح یاد نہیں ہیں لیکن پھر بھی جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے۔ میں نے کلہاڑی زمین پر گراتے ہوئے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ رائفل کندھے سے اتار لی تھی اور یہ دونوں کام مشینی انداز میں ایک ساتھ ہی کیے تھے۔ میرے پاس سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے برابر بھی سوچنے اور سمجھنے کا وقت نہیں تھا اور رائفل چلانے کے

www.taemeernews.com

لیے ابھی مجھے دو کام اور کرنے تھے۔ وہ یقیناً ایک طرح سے عجیب اور مضحکہ خیز منظر ہی رہا ہوگا لیکن خدا کا شکر ہے وہ دونوں کام بھی میں نے میکانیکی انداز میں انتہائی عجلت کے ساتھ لیکن بالکل ٹھیک ٹھیک انجام دیئے۔

میری رائفل کے میگزین میں کارتوس تو تھے لیکن اس کے چیمبر میں کارتوس نہیں تھا۔ اس لیے سب سے پہلا کام تو مجھے یہ کرنا تھا کہ میگزین سے چیمبر میں کارتوس لے آؤں اور دوسرا کام تھا رائفل کی نال اوپر کر کے صحیح اور کارگر نشانہ لگاؤں۔

میں نے جب فائر کیا ہے۔ اس وقت بچہ تقریباً میرے سر پر ہی پہنچ چکا تھا۔ ان دنوں میں کمپنی کے تیار شدہ کارتوس ہی استعمال کرتا تھا اور میں پھر شکر ادا کرتا ہوں کہ اتنی جلدی اور گھبراہٹ کے باوجود میں نے ریچھ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ٹھیک اس جگہ کا کامیاب نشانہ لیا جہاں اس کی ناک کا اوپری نرم حصہ شروع ہوتا تھا۔

۱۷۰ گرین وزن والی نرم سیسے کی رائفل ایک ہی گولی نے ریچھ کے کالے سر میں ایک بڑا سوراخ کر کے اس کا کھوپڑی پاش پاش کر دیا۔ لیکن وہ اتنا طاقتور ثابت ہوا کہ گولی کھانے کے بعد بھی اس کی رفتار میں مطلق فرق نہ آیا۔ حالانکہ گولی لگنے کے بعد اس کا سر جھک ضرور گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسی طرح بڑھتا رہا۔ اس کی یہ تیزی زیادہ دیر قایم نہ رہ سکی اور وہ دھماکے کے ساتھ زمین پر گر گیا۔ زمین پر گرنے کے بعد نہ تو وہ تڑپا اور نہ ہی اس نے اپنے ہاتھ پیر چلائے۔ فائر کرنے کے بعد میں دوسرا کارتوس نال میں فوراً ہی لے آیا تھا۔ جب وہ زمین پر گر گیا تو میں رائفل کا رُخ اس کی طرف کیے کیے دو تین قدم پیچھے ہٹ کر اس کے پاس پہنچا۔ میں اس کے لیے

www.taemeernews.com

بالکل تیار تھا کہ اگر اس میں ذرا بھی حرکت ہوئی تو میں فوراً ہی دوسری گولی اس کے رسید کر دوں گا لیکن جب کافی دیر تک اس میں جنبش نہ ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ اس میں اب کچھ نہیں رہ گیا ہے۔

ریچھ کو مارنے کے بعد اس کی کھال جتنی جلدی اتاری جا سکے اتنا ہی اچھا ہے۔ لیکن اس وقت میرے اکیلے کے بس کا یہ روگ نہیں تھا۔ اس لیے پارٹی کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے میں فوراً ہی گھر کی طرف واپس چل پڑا تاکہ میں سٹروڈی کو ساتھ لاکر اس کی مدد سے بلا تاخیر ریچھ کی کھال اتار سکوں۔ میرے ساتھ سٹروڈی اور سوسن دونوں ہی آ گئے۔ ریچھ کو مارنے کے بعد اس وقت میں حالات پر کچھ زیادہ غور نہ کر سکا تھا۔ اس لیے اب دوبارہ جو منظر مجھے دکھائی دیا اس نے مجھے بری طرح حیرت زدہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بھری کلہاڑی ریچھ کی ناک سے صرف چھ فٹ دور پڑی تھی۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ جب میں نے فائر کیا ہے اس وقت یہ ریچھ رائفل کی نال سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر ہی رہ گیا تھا۔

وہ کسی دیو کی طرح بڑے ڈیل ڈول والا ایک بہت ہی زبردست قسم کا ریچھ تھا۔ اتنا بڑا ریچھ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا اس کی کنپٹیوں پر لمبے لمبے کھڑے بالوں نے اس کے چہرے کو اور بھی رعب دار بنا دیا تھا اور گہرے رنگ کے بھورے بالوں کی وجہ سے جو ریشم کی طرح نرم اور چمکدار تھے، وہ ایک خوفناک اور خونی درندہ ہونے کے باوجود بہت ہی بھلا لگ رہا تھا۔

کافی غور و خوض کے باوجود میں یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ بالکل پاگلوں کی طرح اس طرح خوفناک انداز میں حملہ کرنے کی آخر کیا تک تھی؟ وہ ریچھ تھا اس لیے اس کے ساتھ بچوں کے ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اور نہ ہی اس

www.taemeernews.com

پاس کچھ ایسے نشانات موجود تھے۔ جن سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ کسی مرے ہوئے جانور کا گوشت ہی کھا رہا تھا۔

میں نے بھوکے ریچھوں کو خود کسی جانور کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن میرا خیال ہے اگر کسی وجہ سے کوئی ہرن، پہاڑی بکری یا گائے زخمی ہو کر یا بیمار ہو کر اس کے سامنے ہی پڑ جاتی ہو۔ تو وہ ضرور خود ہی محنت کوشش کر کے اس کا شکار کر لیتا ہوگا۔ ویسے ریچھ عموماً دوسروں کے مارے ہوئے جانوروں یا شکاری کی گولی سے زخمی ہوئے جانوروں کو ہی جو بعد میں تھک جا کر مر گئے ہوں گے مفت کا دسترخوان سمجھ کر ہاتھ صاف کرتے دیکھا گیا ہے۔ لیکن اس طرح مال مفت مل جانے کے بعد وہ اس پر صرف اپنا ہی حق سمجھنے لگتا ہے۔ اور پھر چاہے وہ آدمی ہو یا جانور کسی کو بھی اس کے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ لیکن یہاں ایسا کوئی معاملہ نہ تھا۔

کھال اتارنے کے کام سے فارغ ہو کر جب میں آس پاس چکر کاٹ کر حالات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ جہاں ریچھ سے ٹکراؤ ہوا تھا وہاں سے کوئی پانچ فٹ کی مسافت پر اس طرح صاف نشان موجود تھے۔ جو یہ بتا رہے تھے کہ ریچھ نے رات اس جگہ بسر کی ہے۔ ریچھ اس رات میں کسی وقت دریا کو پار کرنے کے بعد وہاں پہنچا تھا اس لئے کہ وہاں سے کچھ فاصلے پر دریا سے نکلنے کے نشانات بھی بنے ہوئے تھے۔ ریچھ نے دن نکلتے ہی رات کی قیام گاہ چھوڑ دی ہوگی اور میرا خیال ہے جب وہاں سے چلے ہی اس نے اچانک اتنے قریب اور وہ بھی برابر اپنی طرف بڑھتے ہوئے مجھے دیکھا تو خطرے کی جھنجلاہٹ کی وجہ سے ایک دم مشتعل ہو کر وہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔

بہر حال کھال اتارنے کے بعد جب میں نے اس کے جسم اور بالخصوص

www.taemeernews.com

اس کے سر کی ہڈیوں کی جسامت دیکھی تو مجھے شدت سے احساس ہونے لگا کہ کہیں میں نے اتنا بڑا ریچھ مار کر کوئی قابلِ ذکر ریکارڈ تو قایم نہیں کر دیا۔ جب میرے دل میں اس کی بار بار کریدگی تو بالآخر برٹش کولمبیا کی یونیورسٹی کے ڈین کو اس صورتِ حال سے باخبر رکھنے خط آگاہ کر دیا۔ کیونکہ جانوروں کی معلومات کے سلسلے میں ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور اس ضمن میں ان کی رائے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی تھی۔ میرے خط کے جواب میں جلدی ہی ان کا خط آگیا کہ کسی طرح اس ریچھ کا سر اچھی طرح جانچ پڑتال کے لیے ان کے پاس بھجوا دوں۔

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ مئی ۱۹۶۲ء میں مجھے ان کا دوسرا خط ملا اور ایک بار پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اس میں پڑھا کہ میرے اندیشے صحیح ثابت ہوئے ہیں کیونکہ ان کی تحریر کے بموجب اس وقت دنیا کے ریکارڈ کے مطابق اب تک شکار ہونے والے ریچھوں میں یہ سب سے بڑا ریچھ مارا گیا تھا۔ ڈین صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ میری بے انتہا احتیاط کے مطابق اس ریچھ کی کھوپڑی $15\frac{1}{16}$ انچ لمبی اور $9\frac{12}{16}$ انچ چوڑی ہے۔ یعنی مجموعی لمبائی $26\frac{13}{16}$ انچ ہوئی۔ اس وقت تک کے ریکارڈ کے مطابق بڑی سے بڑی پیمائش $26\frac{10}{16}$ ہی تھی۔ وہ ریچھ برٹش کولمبیا میں دریائے اِنلٹ کے پاس ۱۹۵۴ء میں مارا گیا تھا اور اس کی کھوپڑی برٹش کولمبیا یونیورسٹی میں ابھی تک محفوظ ہے۔

صرف ایک گز کے فاصلے سے فائر کرنے کی وجہ سے ریچھ کے سر کے داہنی طرف کی ہڈی کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ گولی ٹھیک آنکھوں کے درمیان سے سوراخ کرتی ہوئی پیچھے کی طرف نکل گئی تھی۔ ہڈی

www.taemeernews.com

ٹوٹ جانے کی وجہ سے قاعدے کے مطابق مجھے اس پر انعام تو نہ مل سکا لیکن میرا یہی انعام کیا کچھ کم تھا کہ میں موت کے منھ سے بال بال بچا تھا اور کیا یہ خوشی کی بات نہ تھی کہ میں نے دنیا کا بڑا ریچھ شکار کیا تھا۔

خطرناک جانور

اس بارے میں لوگوں کی مختلف بلکہ متعدد رائے ہیں کہ افریقہ میں سب سے زیادہ خطرناک جانور کون سا ہے۔ بہت سے تجربہ کار شکاری پہلا نمبر ہاتھی کو اور دوسرا جنگلی بھینسے کو دیتے ہیں۔ ببر شیر کو عموماً خطرناک جانوروں کی فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا۔ ہاں البتہ ان آدمیوں کی بات اور ہے جنھیں جنگل کے شہنشاہ کا جاہ و جلال دیکھنے کا موقع مل گیا ہو۔ ظاہر ہے پھر تو ان کے نزدیک نہ صرف افریقہ بلکہ پوری دنیا میں اس کے مقابلے کا کوئی اور جانور نہ ہوگا۔ میں نے ایک بار ایک بہت ہی مشہور شکاری سے جب یہ سوال کیا تو اس نے بے ساختہ اور بغیر شرمائے جو جواب دیا وہ تھا "مچھر! اور صرف مچھر!" ہو سکتا ہے وہ کسی حد تک صحیح ہو۔ اس لیے کہ یہ حقیقت ہے کہ افریقہ میں مچھروں کی وجہ سے جتنی موتیں ہوتی ہیں اتنی شاید تمام جانوروں سے ملا کر بھی نہ ہوتی ہوں۔

ایک جانور جو عموماً خطرناک جانوروں کے زمرے میں شامل نہیں کیا جاتا

www.taemeernews.com

وہ ہے افریقہ کا جنگلی کتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عام حالات میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ حقیر سا جانور خالی خولی بھبھکیوں سے آگے بھی بڑھ سکتا ہے۔ مجھے تو واقعی اس سلسلے میں ایک بار بہت ہی تلخ تجربہ ہوا ہے، اس لیے اگر کوئی مجھ سے کہے کہ خطرناک جانوروں کی فہرست بناؤ تو میں سرفہرست اسی کا نام رکھونگا

جنگلی کتوں کو اگر دور سے دیکھا جائے تو شکل وصورت کے اعتبار سے وہ برے نہیں معلوم ہوتے بلکہ سفید اور کالے دھبوں کے ساتھ کچھ اچھے ہی لگتے ہیں لیکن اگر انھیں قریب سے دیکھنے کا موقع مل جائے تو پتہ چلے گا کہ جن سفید اور کالے دھبوں کو ہم پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے وہ صرف خاکستری بالوں پر خارش کے داغ ہیں اور جو سفید نشان نظر آرہے تھے۔ وہ ان کی ننگی کھال ہے جہاں سے بال اُڑ گئے ہیں۔

جنگلی کتے جب کسی کو اپنا نشانہ بناتے ہیں تو پورا غول کا غول ایک ساتھ حملہ کرتا ہے۔ بسا اوقات تو وہ ایک ایک غول میں پچاس پچاس سے بھی زیادہ دیکھے گئے ہیں۔ یہ دھن کے اتنے پکے ہوتے ہیں کہ جب کسی شکار کے پیچھے پڑتے ہیں تو اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور پھر چاہے کچھ ہو جائے وہ اسے بغیر ختم کیے نہیں اٹھتے وہ شکار کے دوران چھوٹے موٹے حادثوں کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور انھیں نظر انداز کرتے ہوئے اپنی توجہ مطلوبہ شکار سے نہیں ہٹاتے۔ مثلاً اگر ان کا شکار بھاگ کر چرتے ہوئے ریوڑ میں پناہ لینے کی کوشش کرے یا اس میں مل جائے تب بھی وہ اپنے منتخب جانور پر ہی برابر نگاہ رکھے رہتے ہیں اور کسی دوسرے کی طرف تب تک متوجہ نہیں ہوتے جب تک اسے ختم نہ کر لیں۔ وہ اس حد تک ضدی ہوتے ہیں کہ اس دوران اگر کوئی دوسرا بے خبر جانور بھلے ہی آسانی سے مارا جا سکتا ہو۔ تب بھی وہ اصل شکار کے علاوہ

www.taemeernews.com

میں اُسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے ۔

جنگلی کتے جب کسی علاقے میں داخل ہو جاتے ہیں تو ہرن اور اس کی قبیل کے دوسرے جانوروں میں بڑی طرح خوف و ہراس پھیل جاتا ہے ۔ حالانکہ شیر تک کو دیکھنے کے بعد وہ بھلے ہی عمداً چرتے چرتے اُس جگہ سے آگے بڑھ جاتے ہوں لیکن اس بری طرح اس سے کبھی نہیں گھبراتے ۔ ہرن تو ہرن جنگلی کتے ، چیتے تک کو نہیں بخشتے اور جب کبھی وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا ہے ۔ اگر چیتا کسی پیڑ پر بھی پناہ لے تب بھی کتے باری باری کئی کئی دن تک اس کا محاصرہ کیے رہتے ہیں اور بالآخر اسے ختم کر کے ہی جاتے ہیں ۔

ابھی چند سال پہلے کی بات ہے کہ مجھے اپنے افریقین ملازم کے ساتھ شمالی کینیا کے دور افتادہ جنگلوں میں اپنی کار میں سفر کرنے کا موقع ملا ۔ وہ سخت گرمی کا زمانہ تھا ۔ دن میں جب سورج کی تیز کرنیں کار کی چھت سے ٹکراتیں ٹن کی پتلی چادر توے کی طرح گرم ہو جاتی اور اس کی وجہ سے پھولی کا پیٹی کا نمونہ بن جاتی ۔ ایک دن جب دوپہر ڈھل گئی تھی اور میں دن بھر کی سخت گرمی اور اوبڑ کھابڑ سڑک پر کار چلاتے تھک چکا تھا تو اچانک ایک گھبرایا ہوا کالا ہرن بڑی تیزی سے داہنی طرف سے بھاگتا ہوا آیا اور کار کے بالکل پاس سڑک پار کر کے اس وسیع میدان میں داخل ہو گیا ۔ جہاں حد نگاہ تک اونچی گھاس اور اس کے درمیان پھریری جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں ۔

ہرن کو اس انداز میں بھاگتے ہوئے دیکھ کر میرا پاؤں خود بخود بریک پر پہنچ گیا اور کار ایک ہلکے جھٹکے کے ساتھ رک گئی میں گردن گھما کر اس طرف دیکھنے کی کوشش کرنے لگا جس طرف سے ہرن بھاگتا ہوا آیا تھا ۔ میں جاننا چاہتا

www.taemeernews.com

تھا کہ آخر وہ کیوں اتنا زیادہ گھبرایا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے اس کے لیے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ چند ہی سیکنڈوں کے بعد ایک بڑا جنگلی کتا، جو غالباً سردار ہوگا اُچھل کر گھاس میں سے باہر نکلا اور سڑک پار کر کے اسی سمت بڑھ گیا جس طرف اس بدقسمت جانور کے پیروں کے نشانات بنے ہوئے تھے اور دوسرے ہی لمحے میں نے دیکھا کہ کتوں کا پورا غول کا غول اسی طرح گھاس سے باہر نکل کر اپنے سردار کی پیروی میں روانہ ہو چکا ہے۔ یہ سب کتے بھی کار کے قریب سے ہی گزرے تھے لیکن اس کے باوجود اُن میں سے صرف چند نے ہی سرسری طور پر کار کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارا کی مگر بقیہ نے ادھر دیکھنے تک کی ضرورت نہ سمجھی اور پورے انہماک اور جوش کے ساتھ وہ اپنے شکار کے پیچھے بھاگتے ہی چلے گئے۔ جب وہ ہرن کے کھوجوں کے سہارے آگے بڑھ رہے تھے تو ان کی لال لال زبانیں شکاری کتوں کی طرح باہر کو نکلی پڑ رہی تھیں۔ میں کار سے نکل کر سڑک پر کھڑا ہو گیا۔ بیچارہ ہرن غالباً لمبی بھاگ دوڑ کے بعد تھک چکا تھا اور اب آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پیش رو کتوں نے اُسے جا لیا اور زمین پر گر کر اس پر بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ فوراً ہی بقیہ کتے بھی وہاں پہنچ گئے، اور سب نے مل کر زندہ تڑپتے ہوئے جانور میں سے گوشت کے نچے کچے بچے پیٹ میں اتارنا شروع کر دیئے۔

بدقسمتی سے اس وقت میری رائفل دوسرے سامان کے ساتھ کار کے پچھلے حصے میں پیک کی ہوئی رکھی تھی۔ ورنہ ان موذی درندوں میں سے چند ایک کو تو ضرور ہی میں ختم کر دیتا۔ حالانکہ یہ بالکل طے تھا کہ اس کا ان پر طلق اثر نہ پڑتا، کیونکہ پورے غول میں سے دو چار کے کم ہو جانے سے نہ تو کوئی خاص کمی ہی ہوتی اور نہ ہی وہ خود اُسے زیادہ اہمیت دیتے۔

www.taemeernews.com

میں نے اپنا سفر پھر شروع کر دیا۔ چونکہ اب سورج غروب ہونے میں زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا، اس لیے میں چاہتا تھا کہ آگے چل کر کسی مناسب جگہ پر رات کے قیام کا بندوبست کر لیا جائے۔ کوئی ایک یا دو میل چلنے کے بعد جب کار ایک موڑ سے گزر رہی تھی تو ہمیں کچھ فاصلے پر سرسبز پیڑوں کی ایک لمبی پٹی دکھائی دی۔ جس سے اندازہ ہوا کہ وہاں یقیناً چھوٹا موٹا دریا ضرور ہوگا۔ چونکہ گرمیاں شباب پر تھیں اس لیے اس کا تو امکان تھا کہ دریا خشک ہو لیکن پھر بھی اس کے گڑھوں میں کہیں نہ کہیں پانی ملنے کی امید تھی اور یوں بھی وہاں کی نرم ریتیلی زمین میں سے تھوڑی سی جدوجہد اور کوشش کے بعد صاف ستھرا پانی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ یہ جگہ رات بسر کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوئی۔ اسلیے میں نے کار کا رخ اُن پیڑوں کی طرف کر دیا۔

جب میں کار چلاتا ہوا اس طرف بڑھا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس دور افتادہ علاقے میں پیڑوں کے درمیان پہلے سے ہی دو چھوٹی چھوٹی چھولداریاں لگی ہیں جس میں زندگی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ موٹر کی کھڑکھڑاہٹ سنکر فوراً ہی ایک صاحب اُس سے باہر نکل آئے۔ دعا سلام کے بعد پتہ چلا کہ وہ صاحب محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں انجینیر ہیں اور کسی ضروری معائنہ اور سروے کے سلسلے میں اپنے ملازم کے ساتھ کچھ دن سے یہاں قیام کیے ہوئے ہیں۔ جس طرح اچانک ملاقات ہو جانے پر مجھے تعجب اور خوشی ہوئی تھی، بعینہٖ وہی حال ان کا بھی تھا اور وہ بھی خلاف توقع میرے پہنچ جانے کی وجہ سے بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ فوراً ہی میں نے اپنے اٹریچین لڑکے کو ہدایات دینا شروع کر دیں کہ وہ ان کی چھولداری کے قریب میری چھولداری بھی لگا دے۔

اس رات جب ہم کھانا کھانے بیٹھے تو باتوں باتوں میں، میں نے اپنے اس

www.taemeernews.com

سے دوست کو کتوں کے بارے میں بتایا کہ تیسرا پہر ان سے کہاں اور کیسے ملاقات ہوئی۔ میری کہانی کو انھوں نے بڑی دلچسپی اور توجہ کے ساتھ سنا اور بتایا کہ وہ خود بھی کتوں کے اس غول کو کئی بار مختلف جگہوں پر دیکھ چکے ہیں۔ "میں ان سے سخت نفرت کرتا ہوں۔" انھوں نے کہا تھا۔ "ظاہر ہے جہاں یہ ہوں وہاں دوسرے جانور نہیں رہ سکتے اور اب کچھ ہی دنوں میں یہ پورا علاقہ ہی شکار سے خالی ہو جائے گا۔"

"کیا خیال ہے اگر ان میں سے کچھ کو ہم ہی ٹھکانے لگا دیں؟" میں نے سوال کیا۔ "کیا اس سے یہ نہیں ہوگا کہ وہ اس طرح مارے جانے پر خود ہی فرار ہو کر دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔"

"مجھے اس بارے میں شبہ ہے۔" انھوں نے جواب دیا۔ "یہاں وہ خوب پھل پھول رہے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ اس غول میں کم از کم چالیس پچاس کتے ضرور ہوں گے۔ ابھی کل ہی تو میں نے دو کتوں کو مارا ہے۔ لیکن ان کے مارے جانے پر اذانی کوشش کے بجائے خوش قسمتی کو ہی زیادہ دخل ہے کیونکہ انکے بہت نزدیک پہنچنا مشکل ہے۔ وہ اتنے بے حیا ہوتے ہیں کہ مشین گن کی مسلسل دنادن سے پہلے ہی ڈر جائیں لیکن اکے دکے دھماکوں کو تو وہ خاطر میں ہی نہیں لاتے۔ میں نے جن کتوں کو مارا وہ غول کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور بس اتفاق سے ہی میری زد میں آ گئے تھے۔"

اس رات غالباً چاند کی تیرہ یا چودہ تاریخ تھی۔ چاند پوری طرح طلوع ہو چکا تھا اور اس کی دودھیا روشنی میں دور دور تک ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے میں اپنے خیمے کے کھلے دروازے پر کچھ دیر کھڑے ہو کر اس دلفریب منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا اور دل ہی دل میں سوچتا رہا

www.taemeernews.com

کہ یہاں کتنا سکون ہے اور اس کے برعکس یہاں سے صرف چند سو گز کے فاصلے پر ہی کچھ دیر پہلے ہوش اُڑا دینے والا کیسا المناک واقعہ ہو چکا ہے۔ میں اپنے خیالات میں غرق ابھی کھڑا ہی تھا کہ سناٹے کو چیرتی ہوئی ایک ببر شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ شیر یہاں سے کافی فاصلے پر بولا ہے لیکن اسی دور کی آواز نے یہاں کے سکون سے متعلق میری خیالی قلعے مسمار کر کے رکھ دیئے۔ پھر تو آوازوں کا تانتا ہی بندھ گیا۔ پہلے باریک سیٹی کی سی آوازیں سنائی دیں، پھر کسی بھاگتے ہوئے جانور کی، اور اس کے بعد ان ہی منحوس کتوں کے بھونکنے کی پھر کچھ غلط ملط آوازیں جیسے دور کسی جھاڑی میں معمولی سی جھپٹ ہوئی ہو اور پھر غراہٹ کی ملی جلی آوازوں کے ساتھ زور زور سے منھ چلا کر کسی کو بھنبھوڑنے کی آوازیں اور اس کے بعد پھر وہی طویل خاموشی۔

میں یوں تو بستر پر جلدی ہی لیٹ گیا تھا لیکن اس رات تھکن کے باوجود کافی دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد ہی مجھے نیند آ سکی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنی دیر تک سوتا رہا لیکن سوتے سوتے اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے کیمپ کے پاس پھر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دی تھیں لیکن اس بار تھکن غالب آئی اور میں فوراً ہی پھر سو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے محسوس کیا کہ کوئی مجھے کندھے سے ہلا کر جگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میرے میزبان ساتھی سامنے کھڑے تھے۔ خیمہ کے دروازے کی طرف جب میں نے نگاہ ڈالی تو مجھے اندازہ ہوا کہ پو پھٹنا شروع ہو گئی ہے۔

"جلدی سے اٹھ بیٹھو" انھوں نے کہا "ایک دم کھڑے ہو جاؤ۔ ہمارے کیمپ پر کتوں نے حملہ کر دیا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ ہماری بوٹیاں نوچنا شروع کر دیں ہم آسانی سے انھیں مار بھگا سکتے ہیں۔"

www.taemeernews.com

مجھے اپنے کانوں پر مشکل سے ہی اعتبار آیا۔ میں نے سوچا شاید میرے ساتھی نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے اور ڈر جانے کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کی بات کو اہمیت نہیں دی اور پھر بستر پر لیٹ گیا۔ "ارے بھئی کیسی بے وقوفی کی باتیں کرتے ہو۔" میں نے لیٹے لیٹے کہا۔ "بھلا کتے بھی کیمپ پر حملہ کر سکتے ہیں؟ ناممکن! قطعی ناممکن ——!"

"تم اٹھو تو —— میں بتاتا ہوں —— دیکھو وہ ہیں۔" اس نے اشارہ کر کے پورے وثوق کے ساتھ کہا۔ "وہ اس وقت چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اور اگر ہم نے فوراً اپنے بچاؤ کے ساتھ ساتھ انھیں بھگانے کی کوشش نہیں کی تو وہ بہت جلد ہمارے کیمپ میں گھس آئیں گے اور پھر ان سے جان بچانا ناممکن ہو جائے گا۔" اپنی بات کا اثر نہ ہوتے ہوئے دیکھ کر گھبرائے ہوئے لہجے میں اس نے پھر کہا۔ "اگر میرا اعتبار نہیں ہے تو اٹھو اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو —— لیکن خدا کے واسطے جلدی کرو۔"

اس کی بات میں مجھے سچائی کی جھلک نظر آئی۔ اس لیے میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اپنے جوتے پہنے، رائفل اٹھائی اور خیمے سے باہر آ گیا۔

باہر بڑی تیزی سے اجالا ہوتا جا رہا تھا اور جب میں خیمے سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ سورج طلوع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پیڑوں کے سائے گھاس پر پڑنا شروع ہو گئے جس کی وجہ سے وقتی طور پر گھاس پر کچھ اندھیرا سا ہوا لیکن اس سے دوسری سمت چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں سنہری دھوپ سے چمک اٹھیں۔

کیمپ سے کوئی سو گز سے بھی کم فاصلے کے اندر گھنی جھاڑیوں کا ایک بڑا ٹکڑا تھا جس کے چاروں طرف اونچی اونچی گھاس کھڑی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میرا ساتھی

www.taemeernews.com

بڑے انہماک کے ساتھ ٹکٹکی باندھے اس طرف دیکھ رہا ہے۔

"وہ تمام جھاڑیاں ان بدمعاشوں سے بھری پڑی ہیں۔ اور وہ بس چند لمحوں میں ہی ہم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔" اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں نے دیکھا گھاس میں عجیب قسم کی ہلچل ہو رہی ہے۔ فوراً ہی بعد دیگرے کئی کتوں نے اس میں سے اچھل اچھل کر ہمیں دیکھنے کی کوشش کی۔ ذرا ہی دیر میں پورا غول کا غول یہی حرکت کرنے لگا بالکل اس طرح جیسے تاکے میں بندھی ہوئی کٹھ پتلیاں کرتی ہیں۔ وہ یقیناً ہمیں بغور دیکھتے جانچنے کے لیے ہی یہ حرکت کر رہے تھے۔

اچانک ان میں سے ایک، جو یقیناً دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بہادر ہوگا۔ گھاس کی اوٹ سے باہر نکلا۔ اور تیزی سے ہماری طرف لپکا۔ فوراً ہی دوسروں نے بھی اس کی پیروی کی اور اب اس میں مطلق شبہ نہیں رہا تھا کہ ہم بطور شکار ان کی نگاہ میں چڑھ چکے تھے۔ اپنے رائفل کندھے سے لگاتے ہوئے میرے ساتھی نے دوسرے ہی لمحے نشانہ لے کر ان کے لیڈر پر فائر کر دیا۔

یہ ایک قابلِ تعریف اور بہترین فائر ہوا تھا۔ کتا گولی کھاتے ہی گرا اور زمین پر تڑپنے لگا اور غصے میں اپنی ٹانگ کو اپنے ہی جبڑوں سے چبانا شروع کر دیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے شاید اس کا ہاتھ بلکہ یوں کہیے کہ منہ بٹانے کے لیے پورا غول کا غول اس پر ٹوٹ پڑا اور اس کے تڑپتے ہوئے جسم میں سے زندہ گوشت کے پارچے کے پارچے الگ کرنا شروع کر دیے۔ یہ واقعی ایک بہت ہی کراہیت آمیز منظر تھا۔

ہم نے موقع کو فائدہ اٹھاتے ہوئے ان خونی درندوں کے جمگھٹ پر ایک ایک فائر اور کر دیا۔ ہم یہ تو صحیح اندازہ نہ لگا سکے کہ ان فائروں سے صرف دو ہی کتے مرے یا زیادہ لیکن اتنا ضرور دکھائی دیا کہ پس ماندگان نے اب بھی کوئی نوٹس نہیں لیا بلکہ اسی انداز میں بھوکے ندیدوں کی طرح زیادہ سرگرمی سے

www.taemeernews.com

زخمیوں کو اُدھیڑنے میں مصروف ہو گئے۔ انھیں اس گھناؤنے کھیل سے باز رکھنے کے لیے ہمیں یکے بعد دیگرے تین فائر اور کرنے پڑے تب جا کر کہیں وہ اس اونچی گھاس میں واپس جانے پر مجبور ہوئے۔ وہ جب پسپا ہو گئے، تو میرے ساتھی نے دھکتی ہوئی لمبی آستین سے اپنی پیشانی کا پسینہ خشک کیا "میں اب مزید اس کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں اور ویسے بھی مجھے یہ سب کچھ پسند ہے" اس نے بیزاری سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ شیطان ایک آدھ منٹ میں پھر واپس آجائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ ہم جلدی سے لاری کے اوپر چڑھ جائیں میری لاری زیادہ دور تو نہیں ہے اور ہم یہاں کے مقابلے میں یقیناً وہاں زیادہ محفوظ رہیں گے"

میں نے صدقِ دل سے اُن کی تجویز پر صاد کی۔ اس حادثے کے بعد جنگلی کتوں کے بارے میں میری خوش فہمیاں اب دور ہو چکی تھیں اس لیے ہم دونوں بھاگ کر اس پیڑ کی طرف چلے جہاں لاری کھڑی تھی۔ انجینئر صاحب ایک کرلاری کے بانٹ پر چڑھ گئے اور بلا تاخیر مجھے بھی اوپر کھینچ لینے کے ارادے سے میرے لیے جلدی سے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ لیکن اتنی جلدی اور تیزی دکھانے کے باوجود ہمیں کچھ دیر ہو ہی گئی۔ جب ہم کار کی طرف بھاگے تھے تب ہی ہمیں فرار ہوتے دیکھ کر کتوں نے بھی تیز رفتاری سے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا اور جیسے ہی میں نے ہاتھ کا سہارا لے کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی تب ہی ایک جفادری کتے نے لپک کر میرا پیر اپنے منہ میں بھر لیا۔ وہ اس طرح بروقت پکڑ کر شاید دل ہی دل میں خوش ہو رہا ہوگا کہ اب نرم اور مزیدار گوشت کھانے کو ملے گا۔ لیکن میری ساتھی کی ہمت اور حاضر دماغی کی وجہ سے اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ انجینئر صاحب نے ایک ہاتھ سے مجھے پکڑے پکڑے دوسرے ہاتھ سے

www.taemeernews.com

رائفل کی بٹ اس کے سر پر دے ماری۔ کتا اس ضرب کی تاب نہ لا سکا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے ہم دونوں لاری کی چھت پر تھے۔ کتوں کا پورا غول بھی اب وہاں پہنچ گیا تھا اور لاری کے چاروں طرف گھوم کر ہم تک پہنچنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش کر رہا تھا۔

کتوں کو جب اوپر چڑھنے کا راستہ نہ ملا تو ان میں سے کچھ اچھل اچھل کر بانٹ پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن جب بھی کوئی اوپر آنے کی ہمت کرتا تب ہی چار رائفل اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیچے گر جانے پر مجبور کر دیتی۔ یہ کشمکش تقریباً بیس منٹ تک جاری رہی اور اس درمیان ہم نے اندازاً پندرہ کتے ٹھنڈے کر دیے لیکن اس بار جب کوئی کتا گولی کھا کر گرتا تھا۔ تو پہلے کی طرح سب اس پر نہ ٹوٹتے بلکہ زیادہ تعداد میں حاصل کرنے کی جدوجہد میں ہی لگی رہتی — آخرکار انھیں ہار ماننا ہی پڑی اور اپنے زخمیوں اور ادھ کھائی لاشوں کو چھوڑ کر کچھ اسی گھاس میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ جہاں وہ پہلے چھپے تھے۔ کتوں نے غالباً مکمل طور پر ہار تسلیم نہیں کی تھی کیوں کہ وہ پہلے کی طرح اونچی گھاس میں سے اچھل اچھل کر کچھ کچھ دیر بعد ہمیں جانچ لیتے تھے کہ ہم کہیں اتر تو نہیں رہے ہیں۔

ہم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تقریباً دس منٹ تک ان کی اچھل کود پر فائرنگ جاری رکھی لیکن اچانک ہمیں یہ کھیل ختم کرنا پڑ گیا کیونکہ جس گھاس میں اچھل کود کا تماشہ ہو رہا تھا۔ وہاں یکایک مکمل خاموشی چھا گئی تھی

اس کے بعد کتوں سے ہمارا سامنا نہیں ہوا۔ وہاں سے چلے آنے کے کئی ہفتوں بعد جب انجینئر صاحب کا خط ملا تو معلوم ہوا کہ اس دن کے قتل عام کی وجہ سے کتے اس بری طرح خوفزدہ ہوئے کہ انھوں نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دیا۔

میں یہ بات اب تک نہ سمجھ سکا ہوں کہ کتے آخر کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے

www.taemeernews.com

تھے جب کہ وہاں ہر قسم کا شکار موجود تھا اور جسے وہ آسانی سے حاصل بھی کر لیا کرتے تھے۔ بظاہر اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر وہ بھوکے ہوتے یا وہاں دوسرا شکار موجود نہ ہوتا تب تو ایک بات بھی تھی۔ کیونکہ تقریباً تمام جنگلی جانوروں کے دلوں میں قدرتی طور پر انسان کا کچھ ایسا ڈر اور خوف بیٹھا رہتا ہے کہ وہ عموماً خواہ مخواہ حملہ نہیں کرتے بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان سے بچ کر ہی نکل جاتے ہیں۔ ہاں اگر انھیں بہت دنوں سے کھانے کو نہ ملا ہو، یا ان کے ساتھ اسکے بچے ہوں، یا وہ زخمی کر دیا گیا ہو تب تو کچھ سوچا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن ایک بات ضرور ہے اگر کسی وجہ سے ان کا یہ فطری خوف جاتا رہے تو پھر وہ انسانوں کے لیے مصیبت ہی بن جاتے ہیں۔

بہرحال ان کتوں کا مسئلہ میرے سامنے اب بھی حل طلب ہے۔ اور میں ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔ میں تو بس اتنا سمجھ سکا ہوں کہ اگر وہاں موٹر لاری نہ ہوتی تو شاید یہ داستان سنانے کے لیے میں موجود بھی نہ ہوتا اور نہ ہی میں آپ سے یہ بتا سکتا کہ افریقہ کے جنگلی کتے کتنے خطرناک ہوتے ہیں۔